

سرکاری رپورٹ

بلوچستان صوبائی اسمبلی

گیارہویں اسمبلی رسالتواں ریکورڈیشنڈ اجلاس

مباحثات 2019ء

﴿اجلاس منعقد 28 جنوری 2019ء بمطابق 21 جمادی الاول 1440 ہجری، بروز سوموار﴾

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
2	تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔	1
3	دعائے مغفرت۔	2
3	چیئرمینوں کے پینل کا اعلان۔	3
8	وقفہ سوالات۔	4
51	تحریک التواء نمبر 1 منجانب جناب نصر اللہ خان زیرے۔	5

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 28 جنوری 2019ء بمطابق 21 جمادی الاول 1440 ہجری، بروز سوموار بوقت سہ پہر

04:00 بجے زیر صدارت اسپیکر میر عبدالقدوس بزنجو، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال کونٹہ میں منعقد ہوا۔

جناب اسپیکر۔ السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آخوندزادہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِينَ ﴿١٣١﴾ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٣٢﴾

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ ۖ

أُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٣﴾ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ فِي السَّرَّاءِ وَالضَّرَّاءِ وَالْكُظُمِينَ

الْعَيْظِ وَالْعَافِينَ عَنِ النَّاسِ ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٤﴾

﴿بارہ نمبر ۲ سُوْرَةُ آلِ عِمْرَانَ آیَاتِ نَمْبَرِ ۱۳۱ تا ۱۳۴﴾

ترجمہ: اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی کافروں کے واسطے۔ اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا تاکہ تم پر رحم ہو۔ اور دوڑو بخشش کی طرف اپنے رب کی اور جنت کی طرف جس کا عرض ہے آسمان اور زمین تیار ہوئی ہے واسطے پرہیزگاروں کے۔ جو خرچ کئے جاتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں کو اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔ صدق اللہ العظیم۔

جناب اسپیکر۔ جزاک اللہ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

میریونس عزیز زہری۔ جناب اسپیکر! بیلہ والوں کیلئے فاتحہ خوانی کی جائے۔

جناب اسپیکر۔ جی نواب صاحب۔

نواب محمد اسلم خان ریسانی۔ جناب اسپیکر! کوئی دو تین دن سے ڈپٹی کمشنر کوئٹہ کی طرف سے یہاں کوئٹہ کے

زمینداروں کو notices issue کئے گئے ہیں۔ کہ وہ خدانخواستہ کوئی سرکاری زمین پر انہوں نے تجاوزات

تعمیر کیے ہیں۔ اُن کو گرانے کیلئے کوئی میرے خیال میں کوئی تجویز صوبائی حکومت کی طرف سے ایسے آئی ہے۔ تو

ملک نصیر احمد شاہوانی صاحب اگر اسپیکر صاحب کو تھوڑی سی ایک تفصیل بتادیں۔

جناب اسپیکر۔ پہلے اجلاس کی کارروائی شروع کرتے ہیں اُس کے بعد اس موضوع پر بات ہوگی۔ جی

مولانا صاحب سانحہ بیلہ والوں کیلئے دُعاے مغفرت کی جائیں۔

(اس مرحلہ پر مرحومین کی روح کے ایصالِ ثواب کیلئے فاتحہ خوانی کی گئی)

جناب اسپیکر۔ میں بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انضباط کا مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر 13 کے

تحت رواں اجلاس کیلئے حسب ذیل اراکین اسمبلی کو پینل آف چیئرمین کیلئے نامزد کرتا ہوں۔

1۔ جناب اصغر خان اچکزئی صاحب۔ 2۔ جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب۔

3۔ محترمہ فریدہ بی بی صاحبہ۔ 4۔ محترمہ بانو صاحبہ۔

جی ملک نصیر احمد صاحب۔

ملک نصیر احمد شاہوانی۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب! جس طرح نواب صاحب نے فرمایا کہ ایک ہفتہ

قبل یہاں ڈپٹی کمشنر کوئٹہ کی جانب سے مغربی بائی پاس پر جہاں جو زمینداروں کے باغات اور ٹیوب ویلز وغیرہ

بھی ہیں۔ میرے خیال وہاں 70، 80 سال پرانے کاریزات بھی ہیں جو ایک عرصے سے زمیندار اُس کے توسط

سے زمینداری کر رہے ہیں۔ اور چونکہ کچھ ایریا کمرشل ہو چکے ہیں۔ وہاں کچھ دوکانیں بھی بنی ہوئی ہیں۔ اگر

اس ایرے میں سرکاری کوئی زمین ہے اور سرکار کے پاس کھتونی کوئی فرد وغیرہ ہے۔ تو یہ بالکل بجاہے کہ وہ اُسکو

گرا سکتے ہیں۔ اگر نہیں ہے تو یہ بلا پیمودہ جتنی بھی زمینیں ہیں بلوچستان بھر میں وہ زمینداروں کے ہیں اسکے لئے

سپریم کورٹ کے بہت سارے فیصلے ہیں۔ آپ ہی کے اسمبلی نے یہاں پر کمیٹی بنائی تھی 1992ء میں۔ جس میں

نواب محمد اسلم خان ریسانی اور ہمارے اپوزیشن لیڈر ملک سکندر خان ایڈووکیٹ بھی تھے اور اُس وقت کے

MBR نے باقاعدہ ایک نوٹیفیکیشن بھی کیا ہے کہ جتنے بھی بلا پیمودہ زمینیں ہیں وہ زمینداروں کے ہیں اور سرکاری

ایک انچ زمین بھی نہیں ہیں۔ اور اس کی بہت سارے مثالیں بلوچستان میں موجود ہے۔ جس طرح آپ کی داد، خضدار روڈ جس علاقے سے گزری تو وہ سارے بلا پیبودہ زمینیں ہیں۔ لیکن وہاں پر ڈپٹی کمشنر نے باقاعدہ طور پر وہاں کے زمینداروں کو اس کی Compensation دے دی۔ اس طرح اور سپریم کورٹ کی بہت سارے فیصلے ہیں۔ اور اسی طرح مغربی بانی پاس جب ایک زمانے میں جس وقت تاج محمد خان جمالی صاحب وزیر اعلیٰ بلوچستان تھے تو اُس نے بہت سارے الاٹمنٹ یہاں پر کی تھی۔ جب زمیندار کورٹ میں کیس دائر کی تو سارے الاٹمنٹ منسوخ ہوئے۔ تو میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ایک کمیٹی بنائی جائے۔ جو ڈپٹی کمشنر کے ساتھ اس قسم کی کوئی کاغذات ہے کوئی ثبوت ہے۔ تو وہاں بالکل کارروائی کر سکتے ہیں۔ اس طرح سر دست سینکڑوں سال سے آباد وہاں باغات سب کو اکھاڑ کر پھینکنا میرے خیال میں یہ نا انصافی ہے۔ اور اس وقت زمیندار بھی یہاں Visitor gallery میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ گزشتہ دنوں انہوں نے پریس کانفرنس بھی کی۔ اس وقت ایوان میں کوئی (تکڑا) چست وزیر موجود نہیں ہے۔ جو اس موضوع پر بات کر کے ہمیں تسلی دے سکے۔ چونکہ ہم یہ اجلاس، ہم نے اپوزیشن کی ریکورڈیشن پر یہ اجلاس طلب کیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ حکومت ایوان کی ایک کمیٹی بنائے۔

جناب اسپیکر۔ تکڑے ہیں الحمد للہ سردار صالح بھوتانی صاحب ہیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی۔ سردار صاحب پر ابھی میرا نظر پڑا welcome! اور سردار صاحب ہی اس پر ہمیں تسلی دے سکتے ہیں۔ جب ایک زمانے میں سردار صاحب انڈسٹریز کی وزیر ہوا کرتے تھے۔ تو سردار صاحب نے یہاں سریاب کسٹم پر جو بہت سارے انڈسٹریل ایریا ہے۔ وہاں پر بہت سارے لوگ آباد تھے۔ جب ان کے مکانات کو متعلقہ محکمے نے گرانا شروع کیا تو سردار اُس بات کی گواہ ہیں کہ ہم اُنکے ساتھ گئے تھے۔ تو سردار صاحب نے ہی اُن کو مکانات گرانے سے منع کیا اور روکا۔

جناب اسپیکر۔ جی زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب اسپیکر! جس طرح نواب صاحب اور ملک نصیر احمد صاحب نے جس مسئلے کی جانب ایوان کی توجہ مبذول کرائی یقیناً مغربی بانی پاس پر ایک ہفتے سے یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ اسی طرح مشرقی بانی پاس، سبی روڈ پر بھی وہاں پر باقاعدہ طور پر گھروں کو انہوں بلڈوز کیا ہے۔ اور وہاں جو مقامی قبائل ہیں۔ ویسے بھی یہاں ہم نے برآں اس حوالے سے قراردادیں پاس کی ہیں کہ جو زمین ہے وہ قبائل کی زمین ہے۔ اور اسٹیٹ لینڈ نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ جب قبائل کی زمین ہے۔ تو کیوں کہ حکومت اُن

زمینوں کو کسی نہ کسی طرح سے کسی ڈیپارٹمنٹ کو، کسی شخص کو الاٹ کر رہی ہے، جو کہ غیر قانونی ہے۔ آج بھی وہاں نے گرانے کی کوشش کی۔ اور میں نے جو منسٹر انچارج QDA کا محترمہ بشریٰ رند صاحبہ نے اُن سے رابطہ کیا کہ آپ QDA والوں کو یا کمشنر یا ڈپٹی کمشنر کو کہہ دے کہ وہ ان کو روک دے۔ وہاں لوگوں کے گھروں کو نہ گرائیں۔ تو اس سلسلہ میں شاید محترمہ کی بات وہ مجسٹریٹ سُن نہیں رہی تھی۔ تو kindly سردار صاحب اور محترمہ ہمیں یقین دہانی کرا دیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی۔ جناب اسپیکر! میں اس پر تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔

جناب اسپیکر۔ جی ملک صاحب! اضافہ کر لیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی۔ جناب اسپیکر! میں کہتا ہوں کہ جہاں زمینداروں کی زمینیں قبضہ ہوتی ہیں۔ اسی کوئٹہ میں ایسی سینکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ جب وہ اپنی شکایات متعلقہ تھانوں یا مجسٹریٹ یا کسی کورٹ میں دائر کرتے ہیں۔ stay بھی ہو جاتا ہے اُس کے باوجود قبضہ ہو جاتا ہے۔ وہ رُک نہیں پاتے۔ اور آپ نے دیکھا اس مشرقی بانی پاس تقریباً 34 افراد زمینوں کی مختلف لڑائیوں میں مارے بھی گئے ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ جہاں زمینداروں کے زمینوں پر قبضہ ہوتا ہے۔ وہ شکایت کرتے ہیں گورنمنٹ ان کی دادرسی کرے۔ جس طرح نصر اللہ خان زیرے نے کہا یہاں اسٹیٹ لینڈ نام کی کوئی زمین نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کی وجود ہے اگر کوئی ایک انچ ہے تو اسٹیٹ اس کو ثابت کرے۔

جناب اسپیکر۔ شکریہ ملک صاحب۔ جی احمد نواز صاحب۔

جناب احمد نواز بلوچ۔ جناب اسپیکر! جو پُرانے زمیندار ہیں، اُن کے اپنے لینڈ ہیں وہاں۔ جو ہمارے دامن ہیں۔ یا جو شملات کہتے ہیں وہ بھی انہیں قبائل کے ہیں جو پہلے سے وہاں آباد ہیں۔ اس کے علاوہ سبزل روڈ کو کشادہ کیا جا رہا ہے۔ وہاں کے مکینوں کو بھی نوٹسز جاری ہوئے ہیں۔ ان کی جو معاوضہ دیا جا رہا ہے وہ انتہائی کم ہے۔ =/125 روپے یا -/300 یا 500 روپے۔ جبکہ وہاں جو موجودہ نرخ ہے وہ 12 سے 15 ہزار ہیں۔ تو میں چاہتا ہوں اس ایوان کی توسط سے اُن کی بھی دادرسی کی جائے۔ وہ احتجاج پر اس کو بھی اس میں شامل کیا جائے۔

جناب اسپیکر! میں اسکے لئے باقاعدہ قرارداد لانی چاہیے۔ جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا۔ جناب اسپیکر! میں اللہ کا مشکور ہوں کہ اللہ نے آپ کو صحت یاب کیا ہے۔ اور دوسری طرف سے حکومت کا بھی مشکور ہوں کہ ہاؤس کو آپ کے اور اپوزیشن کے حوالے کیا ہے۔ اور حکومتی ارکان

بہت کم تشریف لائے ہیں۔ اُمید ہے کہ باقی معاملات میں بھی وہ آپ پر اور ہم پر اعتماد کر کے حکومت کو آگے چلائیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ساتھیوں نے جس خدشہ کا اظہار کیا ہے۔ آپ خود ایک قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بلوچستان ہزاروں سال سے قبائل کے زیر اثر ہے اور ان کی زمینیں رہی ہیں۔ برٹش آئے ہیں انگریز یہاں آئے ہیں اگر ان کو زمین کی ضرورت تھی تو انہوں نے قبائل سے کچھ زمینیں گورنمنٹ purpose کیلئے ریلوے کے لیے ہو آرمی کیلئے ہو دوسرے purpose کے لیے الاٹ کرائی ہیں۔ ویسے بھی ہمارے ہاں یہ روایت ہے۔ کہ سرہانے جو ہے جس کے نیچے زمیندار آباد ہوتے ہیں۔ سرہانے پہاڑوں تک اُنہی کی ہیں۔ ہمارے دیہاتوں میں پہاڑ بھی سب اُن لوگوں کے قبضے میں ہیں۔ تو بلوچستان کی روایت بالکل مختلف ہے۔ ایک قبائلی معاشرہ ہے۔ زمینیں مختلف قبائل کی ہے یہاں جتنی بھی قبائل رہتے ہیں۔ اگر گورنمنٹ کو کوئی زمینیں درکار ہے کسی بھی ڈیپارٹمنٹ مقصد یا سی پیک کیلئے یا روڈز کیلئے تو میں سمجھتا ہوں کہ بہتر طریقہ یہ تھا کہ قبائل کو اعتماد میں لیتے اور جائز معاوضہ جو بنتی ہے جو دوسروں جگہوں پر دیتے ہیں۔ باہمی گفت و شنید سے وہ کرتے۔ اس طرح نہ ہوتا جس طرح سرہ غڑگئی میں گورنمنٹ کی فنکشنری میں دو کروڑ کی زمین گورنمنٹ کو سولہ کروڑ میں بیچ دی گئیں۔ اب پتہ نہیں پیسے کہاں چلے گئے۔ آپ کو پتہ بیچ میں یہ سب کچھ ہوتا رہتا ہے۔ تو آپ سے گزارش ہے کہ اس حوالے سے ایڈمنسٹریشن کو ساتھ ملایا جائے۔ ریونیو ڈیپارٹمنٹ، کمشنر، چیف منسٹر، چیف سیکرٹری ہوں۔ یہ ایک سنجیدہ مسئلہ ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس صوبے کا امن و امان برقرار رہے۔ اور یہاں سکون رہے ہم مختلف بارڈروں کے ساتھ touch ہوتے ہیں۔ ویسے بیرونی طاقتوں کی مداخلت سے یہ ہماری زمین محفوظ نہیں ہے۔ گلجھوشن اس کا زندہ مثال ہے۔ اگر ہم اپنے غریبوں کو خود پریشان کر کے مجبور کریں گے کہ وہ سڑکوں پر آجائیں تو یہ ہم آپ سب حکومت کیلئے مشکل ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ حکومت کو سفارش کی جائے کہ وہ اس مسئلے کو سنجیدہ لیں۔ شکریہ۔

جناب اسپیکر۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اس پر قرارداد آجاتا، یا کوئی تحریک آجاتی۔ جی نواب صاحب آپ بولیں۔

نواب محمد اسلم خان رییسانی۔ جناب اسپیکر! جب تک یہ مسئلہ خوش اسلوبی سے حل ہو۔ ابھی ہمارے زمینداروں کو notices issue ہوئے ہیں ڈپٹی کمشنر کی دفتر سے۔ آپ اس طرح کریں کہ یہاں سے ایک instruction جاری کریں ڈپٹی کمشنر کو اور ریونیو ڈیپارٹمنٹ کو کہ یہ جو notices issue کیئے گئے ہیں انکو فی الحال withdraw کریں۔ اور آپ سے گزارش ہے کہ آپ بھی اس معزز ایوان سے ایک کمیٹی

تفکیلیں دیں تاکہ ہم جا کر ڈپٹی کمشنر، یار یونیورسٹی پارٹنمنٹ یا جو بھی متعلقہ لوگ ہیں اُن سے بات کریں تاکہ یہ مسئلہ حل ہو۔

جناب اسپیکر۔ شکر یہ نواب صاحب! لیکن یہ ہے کہ گورنمنٹ کے وزیر یہاں ایوان میں موجود ہیں۔ جی سردار صاحب۔

سردار محمد صالح بھوتانی۔ صوبائی وزیر محکمہ بلدیات۔ جناب اسپیکر! یہ حقیقت ہے کہ یہ قبائلی صوبہ ہے۔ قبائلی معاشرہ ہے۔ اس میں لوگوں کے اپنے حقوق بھی ہیں۔ یہ ایک اہم issue ہے۔ اس پر میرے خیال میں کوئی بھی compromise اس طرح نہیں کرے گا جس طرح سمجھا جاتا ہے۔ آج کل جو کراچی، لاہور میں جو حالات بنے ہوئے ہیں۔ وہاں کے حالات اور یہاں کے حالات میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ مجھے یاد ہے جب میں بچہ تھا۔ یہاں سے کچھ کپڑے بھیجے گئے تھے ہمارے کرخ کے علاقے سے لاہور۔ اور اُس پر آج تک معاملہ چل رہا ہے۔ کہ جی ہمارے کپڑے گئے وہاں testing کیلئے کل پتہ نہیں ہمارے ساتھ کیا ہوگا۔ یہ ایک چھوٹے سے issue پر آج تک یہ معاملہ چل رہا ہے۔ جو ختم نہیں ہو رہے میرے خیال میں ہزاروں جانیں اس پر شہید ہو چکی ہیں۔ یہ تو اراضیات کا معاملہ ہے۔ گو کہ میں گورنمنٹ کو represent کرتا ہوں یہ نہیں ہے کہ اپوزیشن کو represent کرتا ہوں۔ لیکن بات یہ ہے کہ حقیقت کو سمجھنا چاہیے اور اس پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے اور ایک کمیٹی تشکیل دینے کی اسمیں ضرورت پڑے گی۔ صبح بھی، ہمارے QDA کے انچارج بشری رند صاحبہ انہوں نے چیف منسٹر صاحب سے یہی شکایت کی تھی کہ جی ہمارے نوٹس میں لائے بغیر اس قسم کے فیصلے کرنے سے ایک اچھا impression نہیں جائے گا۔ تو اُس کیلئے چیف منسٹر صاحب نے کہا کہ فوری طور پر وہ جو آفیسر ہے QDA کا، اُس کو ابھی ٹرانسفر کیا جائے۔ تو اُس نے اُس وقت ایکشن لیا۔ تو ہم یہ نہیں چاہتے ہیں کہ حالات خراب ہوں۔ ہم سب آپس میں یہاں بھائی بیٹھے ہیں، بلوچستانی ہیں۔ کوئی اُن سیٹوں پر اور کوئی ان سیٹوں پر بیٹھا ہوا لیکن آپس میں بھائی ہیں یہ بلوچستانی ہیں۔ تو انشاء اللہ اسکے لئے ایک کمیٹی تشکیل دے کر اسکودیکھیں گے۔ جو بھی جائز حقوق ہیں اُنکے، اُن کا تحفظ کیا جائے گا۔ اگر State کی land ہے تو اس کو State کے لیے چھوڑا جائے تاکہ کوئی ترقیاتی کام ہو سکے یا کسی ضرورت کیلئے کام آجائے تاکہ State اس کو کام میں لایا جاسکے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے اپوزیشن کے بھائی اس پر مطمئن ہوں گے۔

محترمہ بشری رند۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب اسپیکر! آج صبح زیرے صاحب نے مجھ سے ٹیلیفون پر رابطہ کیا اور انہوں نے میرے نوٹس میں لایا کہ رختشاں ہاؤسنگ اسکیم جو سبی روڈ پر ہے وہاں اس طرح کا کام چل

رہا ہے اور ان کو گرایا جا رہا ہے جو کہ میرے نوٹس میں نہیں تھا۔ میں نے فوراً ڈی جی سے رابطہ کیا، respond نہیں کرنے پر میں خود سیکرٹریٹ گئی ہوں۔ اور میں نے سیکرٹری سے رابطہ کیا۔ سیکرٹری نے مجھے بتایا کہ مجھے بھی نہیں پتہ ہے اس چیز کا اور میرے علم میں بھی نہیں لائے گئے۔ تو پھر اس سے دوبارہ جب سیکرٹری صاحب نے کال کیا تو وہاں سے ہمیں یہ رپورٹ ملی تو میں نے فوری طور پر مجسٹریٹ سے بھی فون پر بات کی اور کمشنر سے بھی کہ اس کام کو بند کیا جائے اور جب تک کہ ہم لوگ خود visit کر کے اس کو نہیں دیکھیں گے اس کے اوپر کسی طرح کی کوئی کارروائی نہیں ہونی چاہیے۔ اور وہاں چاہے فیملیز ہیں، چاہے نہیں ہیں، اب یہ ان کا کہنا تھا کہ وہاں فیملیز ہیں۔ اور کمشنر کا کہنا تھا کہ وہاں فیملیز نہیں ہیں۔ لیکن جو بھی ہے میں نے کام رکوا دیا ہے جب تک ہمیں تسلی نہیں ہوگی ہمارے اپوزیشن کے بھائیوں کو تسلی نہیں ہوگی، تب تک ہم یہ کام نہیں ہونے دیں گے۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ محترمہ۔ میرے خیال میں گورنمنٹ اور اس کی طرف سے کمیٹی بن جائے تاکہ ان چیزوں کو دیکھ لیں۔

وقفہ سوالات۔ جناب نصر اللہ صاحب سوال نمبر 2 دریافت کریں۔

ملک سکندر خان ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف)۔ جناب اسپیکر! یہ ریکورڈیشنڈ اجلاس ہے، اس میں باقاعدہ وہ جو آپ کا پروگرام issue ہوا ہے اس میں بتاتا ہے پروگرام اسی proceeding کیلئے رکھے ہوئے ہیں، یہ ہے آپ کے رولز میں رول 23 جو ہے وہ اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ہمیں اس بات پر نہیں ہے ہم دیکھ کر تے ہیں۔

جناب اسپیکر۔ چلو اچھا ہے اس بہانے میں گورنمنٹ کے کچھ سوالات نکل جائیں گے۔

قائد حزب اختلاف۔ لیکن procedure وہ adopt کیا جائے جو ہونا چاہیے۔ گزارش یہ ہے کہ رول 23 ہے اگر آپ ملاحظہ فرمائیں تھوڑا سا معاملہ clear ہو جائیگا۔

جناب اسپیکر۔ اس میں یہ ہے کہ اگر سوالات آنے سے کوئی مسئلہ نہیں ہے اگر آپ لوگوں کو وہ ہے لیکن یہ کہ سوالات بھی آپ کے ہیں آپ کی مرضی ہے اگر رولز جو بھی ہیں۔

قائد حزب اختلاف۔ پہلے آپ جو proceeding ہے اس پر بحث کرائیں۔ اس کے بعد پھر آپ سوالات کیلئے ٹائم دے دیں۔ تو یہ طریقہ کار صحیح ہو جائیگا۔ مجھے اس سے غرض نہیں کہ سوالات نہ پوچھے جائیں بالکل پوچھے جائیں۔

جناب اسپیکر۔ طریقہ کار میں کہیں واضح کچھ نہیں ہے اگر اسپیکر اجازت دے، اگر آپ لوگوں کو نہیں

چاہیے سوالوں کے جواب، پھر میرے خیال میں اس کو۔۔۔ (مداخلت)۔ اس میں سوال کہیں بھی آسکتے ہیں، کسی بھی سیشن میں، سوائے بجٹ اجلاس کے۔ باقی ہر جگہ پر سوال آجاتے ہیں میرے خیال میں ایسا کوئی وہ نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف۔ نہیں آپ کی ان رولز میں کوئی ایسی بات نہیں ہے۔

جناب اسپیکر۔ چلو اگر 226 میں اختیار ہے اسپیکر کو۔ چلو آپ جو کہیں گے اسی طرح کریں گے، سوالات نکال دیں باقی چیزیں کر لیں گے جو خود ہی کہہ رہے ہیں۔ بتائیں سوال نکال دیں ہمیں تو مسئلہ نہیں ہے؟

قائد حزب اختلاف۔ میں صرف اس طرف اشارہ دیتا ہوں کہ سسٹم ریگولر رہے آگے پھر جیسے بھی فیصلہ ہو۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ اب سوال نکالیں کیا کریں؟ اچھا ٹھیک ہے، اس میں 33 میں لکھا ہوا ہے کہ ہر سیشن میں آپ سوالات لاسکتے ہیں اور اسپیکر کو بھی اختیار ہے۔ آپ اسپیکر رہ چکے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ ٹھیک ہے جناب اسپیکر! اصل میں ملک صاحب یہ بتانا چاہ رہے تھے، دیکھیں! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آج کا جو اجلاس ہو رہا ہے وہ اسمبلی کا ریکورڈیشن اجلاس ہے۔ وہ اپوزیشن کی جانب سے ریکورڈیشن ہوا ہے۔ اور جو پانچ اہم امور جس میں بلوچستان کے قدرتی وسائل، بلوچستان میں خشک سالی، بلوچستان میں بڑھتی ہوئی بیروزگاری، بلوچستان میں میڈیکل کالج یا کالجز کے حوالے سے بلوچستان میں تعلیم کے حوالے سے، یہ ایسے burning issues ہیں، جن پر حکومت ایک چشم پوشی کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ اور ہم چاہ رہے تھے کہ اسمبلی کا اجلاس بلا کے زیادہ تر debate اور discussion اور توجہ ان معاملات پر ہونی چاہیے۔ تو اس لیے ویسے بھی کوئی جب procedures ہوتے ہیں جب کوئی مجلس کوئی بلاتا ہے تو وہ مجلس اس اراکین کی مرضی سے شروع کیا جاتا ہے لیکن کیونکہ آپ نے فرمایا میرے خیال میں اس میں کوئی قباحت نہیں، آپ سے صرف ایک گزارش یہ ہے کہ جو سوال و جواب کا سیشن ہے اس کو بڑا بریف رکھیں تاکہ جس مقصد کیلئے ہم نے یہ اجلاس بلایا ہے وہ پورا ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ کوشش کریں کہ اگر ایک رولنگ ابھی سے آپ دے دیں کیونکہ یہ important Session ہے اس میں وزراء صاحبان کی، وزیر اعلیٰ صاحب کی موجودگی بھی ممکن بنائیں۔ شکر یہ۔

جناب اسپیکر۔ میرا خیال ہے وزیر اعلیٰ صاحب آ رہے ہیں تب تک وہ سوالات کر لیتے ہیں۔ جی زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ سوال نمبر 2۔

جناب اسپیکر۔ جی وزیر حج و اوقاف۔

جناب دینش کمار (پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف)۔ جواب کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے رکن اسمبلی۔ 18 دسمبر 2018 کو مؤخر شدہ

کیا وزیر محنت و افرادی قوت ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ محکمہ محنت و افرادی قوت کی جانب سے کل کتنے نئی لیبر کالونیاں تعمیر کی گئی ہیں؟ اور انکی الاٹمنٹ کن بنیادوں پر کیجاتی ہیں۔ نیز ان کالونیوں میں رہائش پذیر میلا زمین کے نام بمع ولدیت اور عہدہ کی ضلع وار تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر محنت و افرادی قوت

تفصیل برائے لیبر کالونیز تعمیر کردہ ورکرز ویلفیئر بورڈ بلوچستان۔

نمبر شمار	نام لیبر کالونی	تعداد مکانات رکوائز	موجودہ حالت برائے مکانات	الاٹ شدہ رفیئر الاٹ شدہ استعمال نہ ہونے کی وجہ
1	لیبر کالونی سٹیٹیاٹ ٹاؤن کوئٹہ	169	قابل رہائش	کوئی نہیں (الاٹیز رہائش پذیر ہیں)
2	لیبر کالونی نواں کلی کوئٹہ	321	قابل رہائش	کوئی نہیں (الاٹیز رہائش پذیر ہیں)
3	نیو لیبر کالونی ، پاک پی۔ ڈبلیو۔ ڈی نواں کلی کوئٹہ	150	قابل رہائش	کوئی نہیں (الاٹیز رہائش پذیر ہیں)
4	لیبر کالونی مشرقی بائی پاس کوئٹہ	399	قابل رہائش	کوئی نہیں (الاٹیز رہائش پذیر ہیں)
5	لیبر کالونی خضدار	66	قابل رہائش	کوئی نہیں (الاٹیز رہائش پذیر ہیں)

6	لیبر کالونی حب	900	یہ مکانات تین مختلف ادوار میں تعمیر ہوئے ہیں۔ الف:- 300 مکانات ورکز ویلفیئر بورڈ بلوچستان نے تعمیر کئے۔ ب:- 200 مکانات پاک - پی۔ ڈبلیو۔ ڈی نے تعمیر کئے۔ پ:- 400 ورکز ویلفیئر بورڈ بلوچستان نے تعمیر کئے۔	ماکانہ حقوق پر محنت کشوں (مزدوروں کو الاٹ شدہ ہیں)	کوئی نہیں (الائیز رہائش پذیر ہیں)
7	لیبر کالونی دکی	50	قابل رہائش	ماکانہ حقوق پر محنت کشوں (مزدوروں کو الاٹ شدہ ہیں)	کوئی نہیں (الائیز رہائش پذیر ہیں)
8	پرانی لیبر کالونی لورالائی	66	قابل رہائش	ماکانہ حقوق پر محنت کشوں (مزدوروں کو الاٹ شدہ ہیں)	کوئی نہیں (الائیز رہائش پذیر ہیں)
9	نیو لیبر کالونی لورالائی	50	قابل رہائش	ماکانہ حقوق پر محنت کشوں (مزدوروں کو الاٹ شدہ ہیں)	کوئی نہیں (الائیز رہائش پذیر ہیں)
10	لیبر کالونی وندر	50	قابل رہائش	ماکانہ حقوق پر محنت کشوں (مزدوروں کو الاٹ شدہ ہیں)	کوئی نہیں (مکانات کا قبضہ الائیز کو مہیا کر دیا گیا ہے۔)

11	لیبر کالونی گوادر	100	قابل رہائش	78 مکانات ماکانہ حقوق پر الاٹ شدہ ہیں 22 مکانات تاحال مزید رجسٹرڈ محنت کش (مزدور) نہ ہونے کی وجہ سے غیر الاٹ شدہ ہیں۔	پانی نہ ہونے کی وجہ سے کوئی الائی کالونی میں رہائش پذیر نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے صوبائی ورکز ویلفیئر بورڈ بلوچستان کے فیصلے کے مطابق ماہانہ اقساط جمع نہیں ہو رہی ہیں۔ اور کالونی کو پانی کی سہولت فراہم کرنا گوادر ڈیولپمنٹ اتھارٹی (GDA) کی ذمہ داری ہے۔
12	لیبر کالونی سنگری	50	قابل رہائش	غیر الاٹ شدہ	تعمیرات حال ہی میں مکمل ہو چکے ہیں۔ ورکز ویلفیئر فنڈز اسلام آباد سے الاٹمنٹ پالیسی (ماکانہ حقوق یا ماہانہ کرایہ) کے منظوری کے بعد رجسٹرڈ محنت کشوں (مزدوروں) کو الاٹ کی جائے گی۔

13	لیبر فیٹس مشرقی بائی پاس کوئٹہ	192	قابل رہائش	غیر الاٹ شدہ	تعمیرات حال ہی میں مکمل ہو چکے ہیں۔ ورکرز ویلفیئر فنڈز اسلام آباد سے الاٹمنٹ پالیسی (ماکانہ حقوق یا ماہانہ کرایہ) کے منظوری کے بعد رجسٹرڈ محنت کشوں (مزدوروں) کو الاٹ کی جائے گی۔
14	لیبر فیٹس نواں کلی کوئٹہ	204	قابل رہائش	غیر الاٹ شدہ	تعمیرات حال ہی میں مکمل ہو چکے ہیں۔ ورکرز ویلفیئر فنڈز اسلام آباد سے الاٹمنٹ پالیسی (ماکانہ حقوق یا ماہانہ کرایہ) کے منظوری کے بعد رجسٹرڈ محنت کشوں (مزدوروں) کو الاٹ کی جائے گی۔
15	لیبر کالونی بیرکس چمالنگ	220 (بیرکس)	قابل رہائش	82 بیرکس ماہانہ کرایہ کی بنیاد پر الاٹ شدہ ہیں اور 138 تاحال غیر الاٹ شدہ ہیں	کوئی بھی محنت کش (مزدور) بیرکس میں رہنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے صوبائی ورکرز ویلفیئر بورڈ بلوچستان کے فیصلے کے مطابق ماہانہ اقساط جمع نہیں ہو رہی ہیں۔

ٹوٹل مکانات رکوارٹرز = 2371 ٹوٹل فیٹس = 396 ٹوٹل بیرکس = 220

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب اسپیکر۔ چونکہ میرا سوال وزیر محنت و افرادی قوت سے ہے تو

مجھے نہیں پتہ کہ یہ کس کے پاس ہے یہ منسٹری۔

جناب اسپیکر۔ یہ اسی کے پاس ہے۔ پتہ ہونا چاہیے تازہ تازہ ان کو ملا ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ ابھی کون مجھے جواب دیگا؟ آپ کو کہا ہے۔ میرا ضمنی سوال یہ ہے

جناب اسپیکر صاحب کہ سیریل نمبر 13 سیریل نمبر 14 نہیں دیش کما صاحب جواب آیا ہوا ہے۔

جناب اسپیکر۔ اس کو میرے خیال میں ڈیفرف کرتے ہیں، concerned minister آجائے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ ابھی اس حکومت کا آج یہ چھٹا مہینہ ہے لیکن وزراء ایک وزیر

صاحب بھی تیاری کر کے ہاؤس نہیں آتے ہیں۔ جمہوریت کا یہ ہے کہ وزراء کو جوابدہ ہونے چاہیے۔ اگر وہ گلی

کوچوں میں عوام کو جوابدہ نہیں ہیں، کم از کم فلور پر تو جوابدہ ہونے چاہیے۔ انہیں فوری تیاری کر کے آنا چاہیے۔

اب ایک سوال ہے، میں نے پتہ نہیں کب کیا تھا۔ آج اس کا جواب آیا ہے اور منسٹر صاحب ہیں نہیں، جس کو ذمہ

داری سونپی گئی ہے وہ ابھی آ کر دیکھ رہے ہیں کہ کونسا جواب آیا ہے۔ تو یہ بڑی تکلیف دہ بات ہوتی ہے جناب

اسپیکر آپ ان وزراء کو آپ پابند کرادیں کہ کم از کم تیار ہو کر آیا کریں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ یہاں لکھا ہوا ہے کہ جواب موصول نہیں ہوا ہے، جو ہمیں یہاں ٹیبل

کیا گیا ہے۔

جناب اسپیکر۔ میرے خیال میں اس کو ڈیفرفر کرتے ہیں۔ جی یہ اپنا محکمہ محنت و افرادی قوت کا سوال نمبر 2

کو ڈیفرفر کیا جاتا ہے اگلے کارروائی کیلئے، جب منسٹر آجائے۔

ابھی دینش آپ ادھر ہیں۔ جناب نصر اللہ زیرے صاحب اپنا سوال نمبر 3 دریافت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ سوال نمبر 3۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جواب کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

☆3 جناب نصر اللہ خان زیرے رکن اسمبلی۔ 18 دسمبر 2018 کو مؤخر شدہ

کیا وزیر حج و اوقاف ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سال 2016ء تا ستمبر 2018ء کے دوران محکمہ حج و اوقاف میں پیش امام

، جو نیر کلرک، مؤذن، متولی اور درجہ چہارم کے ملازمین کی تعیناتیاں عمل میں لائی گئی ہیں؟

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو ان تعینات کردہ ملازمین کے نام بمعہ ولدیت، جائے سکونت

اور لوکل اڈومیٹریل کی ضلع وار تفصیل دی جائے۔

وزیر محکمہ حج و اوقاف

مراسلہ نمبر ص ایف بی اس 2018/1 مورخہ 24 ستمبر 2018ء بعنوان بالادرا کار تفصیل تعیناتی سرکاری ملازمین

از 2016ء تا ستمبر 2018ء درج ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام	ولد	عہدہ	تاریخ تعیناتی	لوکل رڈومیٹریل
1	نجیب اللہ	راز محمد	اسٹیٹوگرافر	01-03-2017	پشین
2	محمد داؤد	حمید اللہ	اسٹیٹوگرافر	ایضاً	پشین
3	نجیب اللہ	لعل محمد	اسٹیٹوگرافر	ایضاً	موسیٰ خیل
4	عمران خان	نصیب اللہ	اسٹیٹوگرافر	ایضاً	سبی
5	سمیر احمد	ستار احمد	اسٹیٹوگرافر	ایضاً	کوسٹہ
6	مبشر احمد	آدم خان	اسٹیٹوگرافر	ایضاً	سبی
7	محمد حسین	محمد انجم	اسٹیٹوگرافر	ایضاً	کوسٹہ
8	طارق حسین	محمد قاسم	اسٹیٹوگرافر	ایضاً	جھل گسی

9	کریم اللہ	یار محمد	جونیر کلرک	ایضاً	ہرنائی
10	سید عتیق اللہ	سید داد اللہ	جونیر کلرک	ایضاً	کوئٹہ
11	محمد حیدر	رحمت اللہ	جونیر کلرک	ایضاً	کوئٹہ
12	سید عزیز اللہ	سید نجیب اللہ	جونیر کلرک	ایضاً	کوئٹہ
13	نعمان ثاقب	محمد مسکین خان	جونیر کلرک	ایضاً	کوئٹہ
14	علی اصغر	علی خان	جونیر کلرک	ایضاً	مستونگ
15	مدیحہ پروین	عبدالرشید	جونیر کلرک	ایضاً	کوئٹہ
16	محمد اسماعیل	احمد خان	جونیر کلرک	ایضاً	سبی
17	فقیر محمد	عبدالفتح	جونیر کلرک	ایضاً	قلات
18	بسم اللہ	سید میر	جونیر کلرک	ایضاً	کوئٹہ
19	محمد یاسیر	علی جان	ڈرائیور	03-08-2018	کوئٹہ
20	اسرار احمد	محمد یعقوب	نائب قاصد	ایضاً	جھل گئی
21	سلیم احمد	سردار دین	نائب قاصد	ایضاً	صحبت پور
22	سلطان محمد	قادر بخش	نائب قاصد	ایضاً	خاران
23	نکلیل احمد	عبداللہ	نائب قاصد	ایضاً	خاران
24	محمد آصف	محمد افضل	نائب قاصد	ایضاً	آواران
25	مہر اللہ	رضا محمد	نائب قاصد	ایضاً	آواران
26	حبیب اللہ	مولانا بخش	نائب قاصد	ایضاً	قلات
27	فیض اللہ	عبدالرحمن	نائب قاصد	ایضاً	کوہلو
28	زبیر احمد	سہراب خان	نائب قاصد	ایضاً	کوہلو
29	احمد اللہ	وحید بخش	نائب قاصد	ایضاً	سبی
30	محمد اسماعیل	محمد بخش	نائب قاصد	ایضاً	ڈیرہ بگٹی
31	امجد علی	خدائے داد	نائب قاصد	ایضاً	ترت
32	شاہ زیب	فتح محمد	نائب قاصد	ایضاً	نصیر آباد
33	محیب اللہ	نصیب اللہ	نائب قاصد	ایضاً	کوئٹہ
34	شیر نواز	وڈیرہ بین خان	چوکیدار	ایضاً	کوہلو
35	نوید احمد	فیض محمد	چوکیدار	ایضاً	نصیر آباد

36	محمد حلیم	محمد عثمان	چوکیدار	ایضاً	پنجگور
37	عنایت اللہ	عبداللہ	چوکیدار	ایضاً	قلات
38	ارشاد محمود	نور محمد	چوکیدار	ایضاً	کونڈہ
39	شیر محمد	ملک دین محمد	چوکیدار	ایضاً	سبی
40	دوستہ	شاہ دوست	چوکیدار	ایضاً	گوادر
41	اکرم اللہ	حمید اللہ	چوکیدار	15-08-2018	موسیٰ خیل
42	موسیٰ گل	سلطان محمد	نائب قاصد	ایضاً	موسیٰ خیل
43	ترگل	سید گل	نائب قاصد	ایضاً	موسیٰ خیل
44	عبدالواحد	محمد عیسیٰ	نائب قاصد	ایضاً	زیارت

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب اسپیکر صاحب! میرا ضمنی سوال یہ ہے کہ جب ان بھرتیوں کا

کس بنیاد پر بھرتیاں کی گئیں، ڈسٹرکٹ و انز پوسٹیں تھیں ایک ڈسٹرکٹ کو زیادہ پوسٹیں دی گئی ہیں، ایک ڈسٹرکٹ میں ایک پوسٹ ہے بھی نہیں۔ یہ کیا criteria ہے یہ مجھے منسٹر صاحب ذرا بتادیں؟

دیش کمار (پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف)۔ یہ ساری جو بھرتیاں ہیں کچھلی گورنمنٹ کے ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ نہیں نہیں جناب! آپ بیٹھ جائیں۔ جناب اسپیکر! میں ممبر ہوں،

میں نے سوال کیا ہے، چاہے اُس دور کا ہے آج حکومت ان کے پاس ہے۔ آج وزارت ان کے پاس ہے۔ یہ کیوں مجھے جواب دے رہے ہیں کہ کچھلی حکومت کا ہے آج حکومت کی بات کریں، ڈیپارٹمنٹ تو موجود ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ زیرے صاحب میرے قابل احترام دوست ہیں یہ جو ریکورڈ منٹ

ہے initial policy ہے اس کے تحت بھرتی کیے گئے ہیں۔ اور جہاں ہمیں جس ضلع سے نہیں ملتے ہیں تو

دوسرے اضلاع سے بھرتی کیے جاتے ہیں یہ آپ 2017ء اور 2018ء میں ہماری حکومت نہیں تھی مگر پھر بھی

ہم اس چیز کے جوابدہ ہیں کیونکہ اس ٹائم یہ ہمارے پاس ہے۔ اور ہم نے یہ کیا ہے اور جو ہم نے آپ کو تفصیل

دیئے ہیں آپ دیکھیں تمام ڈسٹرکٹس اس میں ہیں۔ آپ ذرا دیکھ لیں۔

میرزا بدلی ریکی۔ واشک اس میں نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ واشک کی اب جو آرہی ہے، واشک کی انشاء اللہ اس میں ہو

جائیگی، آپ کو ڈبل دی جائیگی۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ دیش صاحب۔ میرے خیال میں اس میں کہانی یہ ہے کہ یہ خالی پوسٹیں تھیں

مختلف ڈسٹرکٹوں میں یہ نئی created پوسٹیں نہیں ہیں۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ کھیل و ثقافت۔ جناب اسپیکر صاحب! میری ایک گزارش ہے ہاؤس کے ممبروں سے یہ ہے کہ آپ وہ question نہیں کریں کہ اپنے دور کی حکومت کا question ہم سے کر رہے ہیں۔ اس کے باوجود ہم جواب دے رہے ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ نہیں حکومت، حکومت ہوتی ہے۔ یہ غلط بات ہے کہ جناب اسپیکر ایک سیکرٹری موجود ہوتا ہے یا نہیں ہوتا ہے ڈیپارٹمنٹ ہے یا نہیں ہے؟ مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ کھیل و ثقافت۔ ہیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ تو پھر آپ اس طرح کیوں کرتے ہو منسٹر صاحب؟ مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ کھیل و ثقافت۔ اگر ہوئی ہے تو کسی اور کی طرف سے ہوئی ہیں۔ جناب اسپیکر۔ جی آپ فلور کو مخاطب کریں اس طرح نہیں کریں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا۔ جناب اسپیکر! کہ ریگولر تو ہمارے سیکرٹریٹ ہوتا ہے۔ گورنمنٹ کوئی آئیں، جائیں، یہ سارے documents سیکرٹریٹ کے پاس ہوتی ہیں۔ جواب سیکرٹریٹ سے آتے ہیں۔ تو ہمارے ساتھیوں کو تھوڑی سی ٹریننگ بھی کرائیں کہ اسمبلی کے اندر کس طرح چلنا ہوتا ہے۔ کیا ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ کے پیچھے سیکرٹریٹ ہے۔ چاہے کوئی بھی گورنمنٹ رہی ہو جواب تو سیکرٹریٹ نے دینا ہوتا ہے۔ بہت شکریہ۔

جناب اسپیکر۔ جی جی شکریہ۔ میرے خیال میں recently اسکوا یوارڈ دیا گیا ہے۔ اس کا ڈیپارٹمنٹ کا حج و اوقاف کا۔ اور یہاں تک میرے knowledge میں ہے یہ خالی پوسٹیں تھے اور ان کو جس جس district میں تھے ان کو بھر دیئے ہیں۔

اور زیرے صاحب اپنا اگلا سوال دریافت کریں۔ اس کا جواب مل گیا ہے۔ سوال نمبر 4 دریافت کریں۔ نہیں sorry 92 جناب اختر لاگو صاحب اپنا سوال نمبر 92 دریافت فرمائیں۔ 92 پر آ جاؤ یا تصور کیا جائے۔

جناب اختر حسین لاگو۔ question No 92۔

☆ 92 جناب میر اختر حسین لاگو رکن اسمبلی۔

کیا وزیر حج و اوقاف ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست کہ زکوٰۃ و عشر کی جانب سے ضلع تمبو کے سرکاری اسکولوں میں ذہین اور مستحق طلباء میں پہلی مرتبہ زکوٰۃ کی مد میں 5 لاکھ کے چیک تقسیم کیے گئے۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت دیگر اضلاع میں بھی ذہین اور مستحق طلباء میں زکوٰۃ کی مد میں چیک تقسیم کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تفصیل بھی دی جائے؟

وزیر محکمہ حج و اوقاف

محکمہ مذہبی امور و بین العقائد و ہم آہنگی، حکومت بلوچستان نے سال 2017، 2018ء کے دوران تعلیمی وظائف کی مد میں زیر تحریر صوبائی اضلاع کے لئے فراہم کی گئی رقم کی تفصیل پیش خدمت ہے۔

نمبر شمار	ضلع	رقم	نمبر شمار	ضلع	رقم
1	کوئٹہ	Rs.6944400/=	17	جھل گسی	Rs.1005000/=
2	پشین	Rs.3355200/=	18	کچھی (بولان)	Rs.2632200/=
3	قلعہ عبداللہ	Rs.3383400/=	19	قلات	Rs.2173200/=
4	نوشکی	Rs.896400/=	20	مستونگ	Rs.1504200/=
5	چاغی	Rs.955800/=	21	خضدار	Rs.3815400/=
6	لورالائی	Rs.2267400/=	22	آواران	Rs.1079400/=
7	موسیٰ خیل	Rs.1224600/=	23	لسبیلہ	Rs.2857800/=
8	بارکھان	Rs.946800/=	24	ترت	Rs.3775800/=
9	قلعہ سیف اللہ	Rs.1768200/=	25	پنجگور	Rs.213900/=
10	ژوب	Rs.1767600/=	26	گوادر	Rs.1695000/=
11	سبی	Rs.966000/=	27	خاران	Rs.885000/=
12	زیارت	Rs.756600/=	28	واشک	Rs.1006200/=
13	کوہلو	Rs.912000/=	29	شیرانی	Rs.746400/=
14	ڈیرہ گہٹی	Rs.1657200/=	30	ہرنائی	Rs.682200/=
15	جعفر آباد	Rs.2661600/=	31	صحت پور	Rs.1293000/=
16	نصیر آباد	Rs.2247000/=			

جناب اسپیکر۔ جی جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔ جی لانگو صاحب۔ دینش صاحب یہ علیحدہ آپ کو منسٹری

کی طرف سے آپ کو ملنا چاہیے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ ہیں جی۔
 جناب اسپیکر۔ ہیں، مبارک ہو۔
 پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔
 میر اختر حسین لاگلو۔ جناب اسپیکر! میرے خیال سے جس طرح نصر اللہ زریے صاحب کے سوال ڈیفیر کیے گئے ہیں تو یہ منسٹر کے آنے تک میرے خیال سے یہ سوال بھی ڈیفیر کریں۔
 پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ نہیں نہیں، میں ہوں ناں۔
 جناب اسپیکر۔ منسٹر حج و اوقاف یہی ہے۔
 میر اختر حسین لاگلو۔ حج و اوقاف یہی ہے۔
 جناب اسپیکر۔ ہاں
 میر اختر حسین لاگلو۔ اچھا اچھا ماشاء اللہ۔
 پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جناب! میں حج و اوقاف کا پارلیمانی سیکرٹری ہوں۔
 جناب اسپیکر۔ جناب مولانا نذیر کمار۔
 میر اختر حسین لاگلو۔ یہ ہر سوال پر اٹھتے رہتے ہیں۔ میں نے کہا شاید یہ بھی اس کا نہیں ہیں ویسے ہی اٹھ رہا ہے۔

جناب اسپیکر۔ نہیں نہیں وہ ایک ڈیفیر ہوا ہے۔
 پارلیمانی سیکرٹری محکمہ حج و اوقاف۔ پارلیمانی سیکرٹری ہوں۔ نہیں نہیں، پارلیمانی سیکرٹری ہوں جواب کیوں نہیں دینا ہے۔ آپ پوچھیں تو ہم جواب دے رہے ہیں۔
 میر اختر حسین لاگلو۔ جناب اسپیکر! میں اس میں ضمنی سوال پوچھنا چاہوں گا کہ ازراہ کرم محترم وزیر صاحب ہمیں یہ مطلع فرمائیں گے کہ جو یہ پیسے انہوں نے تقسیم کیے ہیں ڈیپارٹمنٹ نے۔ یہ کس criteria کے تحت اور کس فارمولے کے تحت تقسیم کیے گئے ہیں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جی یہ جو ہمیں وفاق کی طرف سے جناب اسپیکر جو ہمیں وفاق کی طرف سے زکوٰۃ کے سلسلے میں گرانٹ ملتی ہیں تو اس سلسلے میں ہم 15% جو ہیں وہ بچوں کے وظائف کے لیے تقسیم کرتے ہیں جس میں سے 10% گورنمنٹ اسکولوں اور 5% مدرسوں کو دیتے ہیں۔ اس کا یہ ہیں فارمولہ

-thank you-

جناب اسپیکر۔ جی لانگو صاحب کوئی ضمنی۔

میر اختر حسین لانگو۔ No supplementary sir

جناب اسپیکر۔ جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب! اپنا سوال نمبر 4 دریافت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ Question No 4

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

☆ 4 جناب نصر اللہ خان زیرے رکن اسمبلی۔ 18 دسمبر 2018 کو مؤخر شدہ

کیا وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ ملازمتہائے عمومی نظم و نسق میں سال 2017ء تا ستمبر 2018ء کے دوران اسٹنٹ، اسٹینوٹا پیسٹ، جوئیئر کلرک اور درجہ چہارم کی اسامیوں پر تعیناتیاں عمل میں لائی گئی ہیں؟۔
(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے۔ تو ان تعینات کردہ ملازمین کے نام بمعہ ولدیت، جائے سکونت کی ضلع وار تفصیل دی جائے۔

وزیر محکمہ ملازمتہائے عمومی نظم و نسق

جزو (الف) کا جواب درست ہے لیکن محکمہ ملازمتہائے عمومی نظم و نسق میں سال 2017ء تا 2018ء کے دوران صرف درجہ چہارم کی اسامیوں پر بھرتیاں عمل میں لائی گئی ہیں۔ تعینات کردہ ملازمین کے نام بمعہ ولدیت اور جائے سکونت کی ضلع وار تفصیل ضمیمہ ہے لہذا اسمبلی لائبریری میں ملاحظہ فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب اسپیکر صاحب! میرا جو question تھا وہ دراصل محکمہ ایس اینڈ جی اے ڈی کے حوالے سے تھا مجھے پارلیمانی سیکرٹری صاحب یہ بتائیں کہ جو سیکرٹریٹ جو کہ ایک province میں ہے، ہیڈ کوارٹر میں ہے، یہاں بھرتی کا کیا طریقہ کار اپنایا جاتا ہے؟ کیا ایک خاص علاقے کو ڈسٹرکٹ کو یا تمام ڈسٹرکٹ کی equal یہاں نمائندگی ہونی چاہیے؟۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جناب اسپیکر! recruitment policy کے تحت جن جن اضلاع کی سیٹیں خالی ہوتی ہیں، وہ مشتہر کی جاتی ہیں اور انھیں ایک طریقہ کار کے مطابق بھرتی کیا جاتا ہے۔ تو وہی طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب اسپیکر! چونکہ ایک ڈسٹرکٹ کی پوسٹیں نہیں تھیں، نہ کسی entire the province پوسٹیں تھیں، بلکہ یہ سول سیکرٹریٹ کی پوسٹیں ہیں۔ اس سول سیکرٹریٹ میں کیا

طریقہ کار اپنایا جاتا ہے یہ مجھے بتایا جائے؟۔

جناب اسپیکر۔ جی منسٹر۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ initial recruitment policy ہیں جو بھی

جہاں بھی ہم جو ایس اینڈ جی اے ڈی کی پوسٹیں ہیں جو خالصتاً اگرسول سیکرٹریٹ کی ہیں تو ان میں بھی تمام اضلاع کی نمائندگی کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اور grade four کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم وہی لوکل لیول پر پڑ کریں اس لیے آپ کو زیادہ لگ رہی ہیں کیونکہ grade-four کی اکثر یہی ہیں recruitment policy ہیں کہ وہاں کے لوکل علاقے کے لوگوں کو ترجیح دی جائے۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ۔

جناب عبدالواحد صدیقی۔ جناب اسپیکر! جب اس کی advertisement ہوئی سیکرٹریٹ کی، وہ سارے پوسٹیں تھیں، اس پوسٹ وائٹریوز بھی ہوئے، result بھی مکمل ہو چکا ہے۔ لیکن آپ کی جاتے اس پر ban لگا دی گئی اور ہمیں یہاں اسمبلی کے طور پر یہ بتایا گیا کہ اس کے متعلق ہم نے ایک کمیٹی بنا دی ہے۔ وہ کمیٹی فیصلہ کرے گی جو یا جیسا وہ فیصلہ کرے گی تب ہم یہاں اسکو دوبارہ advertisement کریں گے۔ یا اس کی انکوائری کر کے آپ کو رپورٹ دیں گے۔

جناب اسپیکر۔ جی۔

جناب عبدالواحد صدیقی۔ لیکن سننے میں یہ آیا ہے کہ ایک انکوائری کمیٹی بنی ہے، اس لیے کہ اس کی کس طرح procedure مکمل ہوئے ہیں، یا نہیں ہوئے ہیں، اس کا پتہ کرنا تھا۔

جناب اسپیکر۔ جی۔

جناب عبدالواحد صدیقی۔ حقدار کو اپنے حق میرٹ کے مطابق ملے ہیں کہ نہیں ملے ہیں؟ لیکن سننے میں یہ آیا ہے کہ تمام جتنی بھی پوسٹیں تھیں اس نے advertisement کی تو وہ fill ہو چکی ہیں۔ انکوائری بعد میں ہوگی۔ اور بعد میں رپورٹ آئے گی۔ تو kindly آپ سے گزارش یہ ہے کہ اس اسمبلی کی فلور پر فیصلہ ہوا ہے کہ کمیٹی بن جائے اور کمیٹی بنی بھی تھی۔ اُس نے انکوائری کرنی تھی۔ اور اس کے بعد رپورٹ اسمبلی کے فلور پر پیش کرنا تھا۔ آج تک نہ رپورٹ ہے نہ کچھ اور ہیں۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ۔ اس میں میرے خیال میں کون ہیں طارق مگسی صاحب! یہ جو کمیٹی بنی تھی

پوسٹوں کے حوالے سے caretaker کے دور میں appoint ہوئے تھے۔ اس میں آپ ہیں، چیئرمین کون

ہیں؟۔ اچھا۔

نوابزادہ طارق خان گسی (وزیر محکمہ آبپاشی)۔ جناب اسپیکر! اس ٹائم سردار کھیتر ان موجود نہیں ہیں، اس میں recruitment committee بنائی گئی تھی۔

جناب اسپیکر۔ اس میں کوئی update ہوا ہے یا کہ وہ caretaker حکومت تھی؟۔

وزیر محکمہ آبپاشی۔ اس بارے میں اگر کوئی ممبر صاحب ہے تو وہ آپ کو update کر سکتے ہیں اس بارے میں۔

جناب اسپیکر۔ جی شکریہ نوابزادہ۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ کھیل و ثقافت۔ جناب اسپیکر! ایک کمیٹی بنی تھی اس حوالے سے کہ اس میں دیکھا جائے۔ جانچ پڑتال کیا جائے کہ اس میں کیا irregularities ہوئی ہیں۔ بہت ساری شکایتیں موصول ہوئی تھیں۔

جناب اسپیکر۔ تو اس کا کوئی حل نکلا؟۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ کھیل و ثقافت۔ تو اس پر ہم نے مکمل طور پر اس پر، اسکا تجزیہ کیا اور ساتھ ہی ساتھ ہم نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ جن کو آرڈر ملی ہیں، جو تنخواہ لے رہا ہے، جن کی appointment ہوئی ہے، اس کو تو ہم واپس نہیں کر سکیں گے۔ جہاں irregularities تھی وہاں ان کو روکا گیا اور بعد میں ایک proper طریقے سے اس کی announcement ہوگی۔

جناب اسپیکر۔ کمیٹی نے سارا وہ کر دیا work out ختم کر دیا؟۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ کھیل و ثقافت۔ work out کر دیا جی ہاں۔

جناب اسپیکر۔ تو اس کا result کیا ہے؟۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ کھیل و ثقافت۔ result یہی ہے جو appointments تھے جن کو آرڈر ملی تھی۔ جن کو قانونی طور پر سارے قانونی جو قانون کے مطابق ہیں۔

جناب اسپیکر۔ ایسا کریں ناں جو آپ لوگوں نے کیا ہے۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ کھیل و ثقافت۔ rule and regulation کو obey کیا تھا اور جن کا pending تھا کہیں پر irregularities تھیں، کہیں پر جو ہیں on the floor of the house نہیں کہہ سکتا ہوں۔ جہاں کچھ nepotism ہوئی تھی، جہاں کچھ favourism جہاں کچھ اور

چیز استعمال ہوا تھا اس حوالے سے جو ہیں، مطلب ہم نے کہا تھا کہ بھائی ان کو روکا جائے اور proper طریقے سے اس کی announcement ہو جائے اور آنے والے دنوں میں آپ دیکھیں گے کہ ان کے دوبارہ announcement ہوں گی اور لوگوں کو جو ہیں obliged کیا جائیگا۔

جناب اسپیکر۔ جی شکریہ۔ اور اس فلور پر آپ لوگوں نے کہا کہ اس کو ہم فلور پر لائیں گے تو جب آپ لوگوں نے اس کو complete کیا ہے تو اس کے سارے رپورٹیں فلور میں مہیا کریں۔ اور House کی property بنا دیں۔

مشیر برائے وزیر اعلیٰ محکمہ کھیل و ثقافت۔ ٹھیک ہے جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر۔ جی صدیقی صاحب۔

جناب عبدالواحد صدیقی۔ جناب اسپیکر! ہمارے وزرا کے متعلق کہ اس میں کمیٹی بنی۔ اسی لیے تھا کہ لوگوں کو بہت سارے شکایات تھے اور شکایات میں اس نے کہا تھا۔

جناب اسپیکر۔ جی صدیقی صاحب! یہی میں بھی کہہ رہا ہوں کہ اس کو جو آپ لوگوں نے decision لیا ہے اس کو property بنا لیں House کا۔

جناب عبدالواحد صدیقی۔ ہاؤس کا پراپرٹی بنائیں تاکہ ہم دیکھ سکیں۔

جناب اسپیکر۔ دیکھ سکیں۔ جی شکریہ۔ جناب نصر اللہ زریں صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 11 دریافت فرمائیں۔

جناب نصر اللہ خان زریں۔ question No 11۔

☆ 11 جناب نصر اللہ خان زریں رکن اسمبلی۔ 18 دسمبر 2018 کو مؤخر شدہ

کیا وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق ازراہ کرم مطیع فرمائیں گے کہ اسلام آباد میں حکومت بلوچستان کی جانب سے تعمیر کردہ سرکاری کوارٹرز کی کل تعداد کس قدر ہے؟۔ نیز ان کوارٹرز میں رہائش پذیر ملازمین کا تعلق کن کن صوبوں سے ہے، تفصیل بھی دی جائے؟۔

وزیر محکمہ ملازمتہائے عمومی نظم و نسق

اسلام آباد میں محکمہ ہذا کے پاس 50 فیملی فلینٹس اور 66 بیچلر فلینٹس جی۔ 4/8 میں ہیں جسکی کل تعداد 116 ہے۔ ☆ اس سلسلے میں عزت مآب سپریم کورٹ آف پاکستان کے حکم پر 47 الاٹمنٹس آرڈرز منسوخ کیئے گئے ہیں۔ جنکا تعلق صوبہ بلوچستان سے تھا اور وہ وفاقی ملازمین تھے۔ اور وہ حکومت بلوچستان کے الاٹمنٹ قوانین

کے خلاف رہائش پذیر تھے۔ دفتر ہڈانے محررہ 11 ستمبر 2018ء اور 5 دسمبر 2018ء کو نوٹسز جاری کئے کہ مذکورہ فلیٹس کو خالی کیا جائے۔

☆ 14 دسمبر 2018ء کو ڈپٹی کمشنر اسلام آباد کو بھی چھٹی لکھی ہے کہ مذکورہ فلیٹس کو خالی کرایا جائے۔

☆ بلوچستان ہاؤس کے ملازمین رر ہائیشیز کی تفصیل ضخیم ہے لہذا اسمبلی لائبریری میں ملاحظہ فرمائیں۔

جناب اسپیکر۔ یہ آپ کا ہے نہیں۔ آپ کا نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ یہ مجھے دیا ہے ایس اینڈ جی اے ڈی کا ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ سب اسکو دیا ہے۔

جناب اسپیکر۔ ایس اینڈ جی اے ڈی آپ کے پاس ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ ایس اینڈ جی اے ڈی کا ابھی منسٹری نہیں ہے، مجھے

جواب دینے کو کہا گیا ہے۔

جناب اسپیکر۔ ماشاء اللہ۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ کوئی ضمنی ہے تو بتادیں۔

جناب اسپیکر۔ جی زیرے صاحب۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب اسپیکر صاحب! میرا ضمنی question یہ ہے کہ یہاں جو

لسٹ دیا گیا ہے کہ کچھ آفیسران ہیں اس کے آگے لکھا گیا ہے کہ not entitled۔ اور کچھ جو ہے

نا entitled ہیں، کچھ not entitle ہیں اس حوالے سے آپ مجھے بتائیں گے کیا مسئلہ ہیں وہاں؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ اس حوالے سے یہ ہے کہ جتنے بھی جو آپ کو تفصیل دی

گئی ہیں کہ G-84 میں G-84 میں جو فلیٹس بنے ہوئے ہیں وہ actually بنے ہوئے ہیں گورنمنٹ آف

بلوچستان کے ملازمین کے لیے۔ تو پچھلی گورنمنٹوں میں کیا ہوا کہ وہاں ہمارے جو بلوچستان کے آفیسرز ہیں جو

اسلام آباد کے ہیں، انکو الاٹ کیئے گئے ہیں۔ تو اب سپریم کورٹ نے حکم دیا ہے کہ چونکہ وہ نہیں رکھ سکتے ہیں تو

ان کو خالی کرنے کا بھی ہم نے 8 دسمبر کو انہوں نے نوٹس دے دیا ہے اور ڈی سی کے through ہم ان سے خالی

کردار ہے ہیں جو اس چیز کے وہ نہیں تھے استحقاق نہیں تھا ان کا۔ اور ہم یہ کوشش کر رہے ہیں کہ ہماری گورنمنٹ

آف بلوچستان کے آفیسرز ہیں یا جو deputation پر گئے ہیں یا جیسے بلوچستان ہاؤس میں ہیں، انہیں ہم

الاٹ کریں گے۔ thank you۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب اسپیکر! ایسا ہے کہ آپ یقین کریں کہ میں ایک ہفتے سے وہاں بلوچستان ہاؤس کے ہمارے کمپٹرولر صاحب ہیں، میں نے انھیں فون کیا۔ ایک ہفتے سے وہ مجھے مل نہیں پا رہا ہے۔ شاید اس وجہ سے کہ روم خالی نہیں ہیں۔ اب یہ صورتحال ہے کہ جب ایک ایم پی اے اس کا استحقاق بھی ہے، اسے room نہیں دیا جا رہا ہے اور دوسری جانب یہ جو آپ نے ہمارے پاس فلیٹ ہے، گھر ہے، اس کا بھی آپ کیا کریں گے۔ کوئی طریقہ ایسا نکالیں کہ کم از کم ہم جیسے لوگ وہاں جائیں، ہمیں تو first priority پر رکھا جائے۔ بہر حال اس فلور پر ہم نے کہا ہے لیکن حکومت کی جانب سے وہاں ایس اینڈ جی اے ڈی کی جانب سے ہمیں کوئی ترجیح نہیں دی جا رہی ہے۔

جناب اسپیکر۔ اس میں ایک تو بہت اس میں اسکا منسٹر نہیں ہے۔ یہ behalf پر ہیں۔ آپ ایسا کریں وہاں پر جو occupied کمرے ہیں ان کو خالی کرائیں تاکہ وہاں جب بھی فون کریں وہاں کمرے نہیں ہیں۔ سب نے permanent رکھ دیئے ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جناب اسپیکر صاحب! جیسے انہوں نے آج شکایت کی اس کی باقاعدہ انکوائری کی جائیگی کہ معزز ارکان کو کیوں کمرے الاٹ نہیں کیے ہیں؟۔ یہ تو بہت بڑی بات ہے۔ یہ ہمارے لیے بھی ہوا ہے۔ ہم اس کی انکوائری کریں گے۔ بہت بہت شکر یہ۔

جناب اسپیکر۔ دیش صاحب! اس میں اور ایک کام کر لیں جو مسلسل رہ رہے ہیں اور انہوں نے occupied کیا ہوا ہے ان پر بھی کوئی قانون سازی ہونی چاہیے کہ وہ permanent کس طرح رہ رہے ہیں؟۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ سپریم کورٹ کا باقاعدہ آرڈر آیا ہے اور انہوں نے ڈی سی اسلام آباد کو لکھا گیا ہے وہ ان سے خالی کرائیں گے۔ باقاعدہ انہوں نے ڈی سی اسلام آباد کو لکھا گیا ہے وہ چیز ہوگی۔ thank you۔

جناب اسپیکر۔ جی ثناء بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ شکر یہ جناب اسپیکر! دیش بھائی کو آفرین ہے کہ آج بڑا پلندہ لے کر آئے ہیں، سب کا بوجھ اپنے کندھے پر۔ دیکھیں یہ جو سوال ہے اس کا تعلق براہ راست 50 family flats اور 66 bachelors flats سے ہیں اس کا تعلق بلوچستان ہاؤس اسلام آباد سے نہیں ہے، اس کے اپنے مسائل اور مشکلات ہیں۔

جناب اسپیکر۔ جس نے question کیا تھا وہ تو room کے بارے میں تھا۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ نہیں سوال کو تھوڑا پڑھیں اور جواب بھی یہی ہیں وہ یہ ہے کہ جناب لیکن بلوچستان کے اس سے پہلے ملازمین وہ اسلام آباد اسی لیے نہیں جایا کرتے تھے کہ وہاں رہائش بہت بڑا مسئلہ ہیں۔

جناب اسپیکر۔ مسئلہ ہوتا تھا۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ اور اس چھوٹی سی تنخواہ میں یا معمولی مراعات کے ساتھ اسلام آباد میں بلوچستان کے ملازمین نہیں جاتے تھے۔ یہ کوئی 97-98ء کے بعد ایک بہت بڑی کوشش کی گئی کہ بلوچستان کے لوگ وہاں جائیں ملازمت کریں وہاں جا کر رہیں۔ جب یہ فیلٹس بن گئے تھے تو اس وقت اس طرح کی کوئی clear پالیسی نہیں تھی۔ دیکھیں اُس وقت میں ایم این اے تھا، بعد میں میں سینیٹر بھی رہا اس وقت یہ تھا کہ حکومت بلوچستان بلوچستان سے آئے ہوئے ملازمین کو یہ سہولیات فراہم کریں گے کہ وہاں ان کے رہائش اور یہ رہائش ہو سکیں اور وہ باآسانی ان محکموں میں جب تو سمجھیں کہ بلوچستان کے سفیر ہیں بلوچستان کے معاملات کو آگے بڑھانے میں جو ہیں مدد فراہم کر سکتے ہیں، لیکن کیونکہ جب بلوچستان کے ملازمین کی تعداد بڑھ گئی۔ تو حال ہی میں جو ہیں ہمارے جو ایس اینڈ جی اے ڈی نے اور چیف سیکرٹری صاحب نے یا حکومت بلوچستان نے انہوں نے ایک notification جاری کیا کہ جن ملازمین کا تعلق وفاقی اداروں سے ہیں ان کو نکال باہر کیا گیا۔ دیکھیں ہمیں بھی اس بات کا اندازہ ہے کہ بلوچستان کے جو واقعی ملازمین ہیں انکا پہلا حق بنتا ہے لیکن جو لوگ وہاں بلوچستان کے کوٹے پر وفاق میں ملازمتیں کر رہے ہیں، وہ بھی بلوچستان کے فرزند ہیں تو لہذا بیک جنبش قلم اس طرح کا فیصلہ کرنے کی بجائے اس کے اوپر ایک چھوٹی سی بحث و مباحثہ ہونی چاہیے، حکمت عملی بنانی تھی۔ وہاں housing and works کی ایک منسٹری ہیں بہت بڑی۔ وہاں اسلام آباد میں ہزاروں کی تعداد میں جو ہیں وہ گھر ہیں۔ housing and works ministry کے under۔ ہماری صوبائی حکومت چھوٹی سی لابی کر کے ایک اچھی سی میٹنگ کر کے بلوچستان کے پچاس، ساٹھ ملازمین کو اس ذہنی کوفت سے نکال سکتا تھا۔ لیکن بد قسمتی یہی ہے کہ کیونکہ بلوچستان کا کوئی والی وارث نہیں ہیں صوبائی حکومت ہماری جو حکومتیں ہوتی ہیں وہ ماں، باپ کی طرح ہوتے ہیں ان کا کام ایک پدرانہ طریقے سے معاملات کو حل کرنا ہوتا ہے۔ لیکن آج وہ سارے ملازمین ذہنی کوفت سے گزر رہے ہیں، سپریم کورٹ میں ان کا کیس پڑا ہوا ہے۔ اسلام آباد کے ڈپٹی کمشنر ڈنڈا لیے ہوئے اس کے سر پر کھڑا ہوا ہے۔ تو میری رائے یہی ہے کہ یہ آپ دینش صاحب۔ آپ نے یہ جو بات کی کہ ہم نے ڈی سی کو کہا ہے نکال دیں گے۔ ایسے کریں گے نہیں، یہ نہیں۔ میں

آپ کو اس کا طریقہ بتاتا ہوں۔ وہاں پر کام کرنے والے اٹھارہ، انیس گریڈ کے سارے مہذب بلوچستان کے فرزند اور ملازمین ہیں۔ میں آپ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ چیف سیکرٹری، سیکرٹری ایس اینڈ جی اے ڈی، وزیر اعلیٰ صاحب کے ساتھ بات کر کے وفاقی وزیر housing and work سے بات کریں ان کو کہیں بلوچستان کے لوگوں کے رہائش کا مسئلہ ہے ہمارے آپ وہاں accommodate کریں گنجائش پیدا کریں نئے جگہ لیں۔ بجائے جس طرح ابھی آپ زمینوں پر ڈی سی کو ڈنڈا دے کر بھیجتے ہیں فلیٹوں کے ڈی سی کے ہاتھ میں ڈنڈا بھیجتے ہیں تو پھر جناب والا وزارت اعلیٰ کی کرسی بھی ڈی سی اور ڈپٹی کمشنر کے حوالے کر دیں تو آپ کو جو ہیں بہت سے معاملات میں بہت ہی سنجیدگی بہت ہی معاملات کو جو ہیں تھوڑے سے تاریخی پیرائے میں دیکھ کر کرنا پڑتا ہے۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ۔ جی دیش صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ یہ میرے خیال میں بڑی اچھی بات کی ہے۔ مگر ثناء صاحب کو میں ایک بات بتا دوں کہ یہ جو فلیٹس ہیں۔ وہ کہہ رہے ہیں یہ entitle نہیں ہیں۔ یہ سپریم کورٹ آف پاکستان کا آرڈر ہے۔ اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے آرڈر پر ہم نے عملدرآمد کرتے ہوئے ڈی سی کو لکھا ہے۔ ہم نے کوئی انہیں نکالا نہیں ہے۔ اور ہماری ہمدردیاں ہیں۔ کیونکہ وہ بھی ہم سے ہی ہیں۔ ہمارے ہی یہاں سے ہیں۔ اور انہیں وفاقی حکومت کی طرف سے، ہم نے وفاقی حکومت کو کہا ہے کہ جی انہیں متبادل جگہ دی جائے۔ اس چیز کی میں surety دلاتا ہوں کہ نواب جام کمال خان نے خود ہاؤسنگ منسٹری کو کہا ہے۔ جی یہ جو یہاں سے اگر جارہے ہیں۔ تو انکو متبادل دی جائے۔ اور مجھے یقین ہے کہ انہیں متبادل ملے گی۔ اور یہ آپ یقین کریں کہ گورنمنٹ آف بلوچستان کی طرف سے کوئی وہ اس طرح کا نہیں ہے کہ ہم انہیں بے دخل کر رہے ہیں۔ Thank you۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ۔ جناب اختر لاگو صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 32 دریافت فرمائیں۔

میر اختر حسین لاگو۔ Question No-32۔

☆ 32 جناب اختر حسین لاگو رکن اسمبلی 18 دسمبر 2018 کو مؤخر شدہ

کیا وزیر ملازمتہائے و عمومی نظم و نسق ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ گزشتہ دور حکومت میں کن کن صوبائی وزراء کے نام سرکاری بنگلے الاٹ کیے گئے ان کے نام بنگلہ نمبر نیز ان بنگلوں کی مرمت اور تزئین و آرائش پر آمدہ اخراجات کی بنگلہ وار تفصیل بھی دی جائے

وزیر ملازمتہائے و عمومی نظم و نسق

محکمہ ملازمتہائے و عمومی نظم و نسق کے پول کے کالونیوں کی فہرست الٹ اور سابق وزراء کے بنگلوں پر مرمت اور تزئین و آرائش پر آمدہ اخراجات کی تفصیل ضخیم ہے لہذا اسمبلی لائبریری میں ملاحظہ فرمائیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جواب پڑا ہوا تصور کیا جائے چونکہ ضخیم ہے اور وہ

لائبریری میں ہے۔

میر اختر حسین لاگو۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب اسپیکر! اس میں میرا ایک ضمنی question بنتا ہے کہ کیا محترم وزیر صاحب یہ مطلع کرنا فرمائیں گے کہ ان سرکاری بنگلوں کی جو سالانہ اخراجات ہیں۔ میں آپ کو کچھ بنگلوں کی ریفرنس دیتا ہوں۔ جیسے A-54 ہے۔ اس میں 2013-14ء میں انیس لاکھ بیس ہزار روپے ایک خرچ ہوئے ہیں۔ تین لاکھ پچاس ہزار روپے ایک انہوں نے خرچ کیئے ہیں۔ پھر اگلے سال چودہ لاکھ اٹھانوے ہزار روپے ایک انہوں نے خرچ کیئے ہیں۔ اور ایک لاکھ پچاس ہزار روپے ایک خرچ کیئے ہیں۔ تو وزیر صاحب ہمیں یہ بتادیں کہ یہ وجوہات کیا ہیں؟ کہ ان سرکاری بنگلوں کی تزئین و آرائش میں۔ اگر اس میں آپ تفصیل میں چلے جائیں۔ ان میں کوئی specifications نہیں ہیں۔ ان میں simple یہ لکھا ہوا ہے کہ annual repair یا electric installations۔ یہ ہمیں بتادیں کہ صرف ان دو مد میں۔ یہ جو اتنے پیسے یہ لوگ سرکار کا اور عوام کی ٹیکسوں کا برباد کرتے ہیں ان سرکاری بنگلوں کی تزئین و آرائش میں۔ وہ وجوہات کیا ہیں جو یہ ہر سال اتنے خراب ہو جاتے ہیں کہ ان کی repair پر اور انکی maintenance پر ہم لاکھوں روپے اپنے اس غریب صوبے کا برباد کر رہے ہیں؟

جناب اسپیکر۔ جی منسٹر صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ یہ ایک کمیٹی ہوتی ہے جو کہ سی اینڈ ڈبلیو، فنانس اور ایس

اینڈ جی اے ڈی کی ایک کمیٹی ہوتی ہے۔ جو وہ decide کرتی ہے کہ اس پر کتنا خرچہ ہونا چاہیے۔ اور ایک لاکھ روپے تک جو خرچہ ہوتا ہے وہ خود ہی ڈیپارٹمنٹ کر لیتا ہے۔ اس کے بعد باقاعدہ ایک پیپارولز کے تحت ایک ٹینڈر آتا ہے۔ اس ٹینڈر کے تحت یہ چیزیں ہوتی ہیں۔ اور یہ میں آپ کو بتا دوں کہ ہم نے اس ٹائم جو آپ کے question ہے۔ وہ بہت بڑا جواب ہے۔ وہ ہم نے رکھا تھا۔ اور یہ جو ہے گزشتہ گورنمنٹ میں ہوئے ہیں سارے۔ اور سارے کے سارے ہم نے تفصیل دی ہوئی ہیں۔ اور اس کا یہ طریقہ کار یہی ہے۔ Thank you

جناب اسپیکر۔ جی دیش صاحب! اس میں سوال یہ ہے کہ ایک گھر میں اتنا سارا ایک ٹائم پر مطلب یہ سب۔

میر اختر حسین لاگو۔ جناب اسپیکر! اس میں پوری تفصیل جو ڈیپارٹمنٹ نے دی ہے۔ وہ ہمارے پاس موجود ہے۔ اُس میں جناب اسپیکر! اکانوے لاکھ ستر ہزار روپے انہوں نے bulk میں رکھے ہیں کہ اُس میں بعد میں ایک تفصیل انہوں نے دی ہے کہ کن بنگلوں پر اور چیف منسٹر ہاؤس پر اور کہاں کہاں کتنا خرچہ ہوا ہے۔ تمام کے تمام اگر اس کی تفصیل بھی آپ پڑھ لیں۔ تو تمام کے تمام جو ہیں وہ electric installations ہیں۔ اور جو الگ الگ بنگلوں کی تفصیل یہاں پر بنگلہ دائرہ انہوں نے دی ہے۔ اُس میں بھی زیادہ تر جو ہیں انہوں نے یا generalize کیئے انہوں نے۔ general repairs کا نام دیکر پیسے نکالے گئے ہیں۔ یا الیکٹرک انسٹالیشنز کے نام پر پیسے نکالے گئے ہیں۔ جیسے میں نے آپ کو ایک بنگلہ کی صرف تفصیل دی جناب اسپیکر!۔ کہ دو سالوں میں اس ایک بنگلہ میں الیکٹرک انسٹالیشن اور جنرل ریپیرز کے نام پر جو پیسے نکالے گئے۔ میں بنگلہ نمبر بھی پکارتا ہوں۔ بنگلہ نمبر ہے 54-A۔ اس میں انیس لاکھ بیس ہزار روپے ایک نکالے گئے ہیں۔ تین لاکھ پچاس ہزار ایک نکالے گئے ہیں۔ چودہ لاکھ اٹھانوے ہزار روپے ایک نکالے گئے ہیں۔ اور اسی سال ایک لاکھ پچاس ہزار روپے دوبارہ نکالے گئے ہیں۔ اور دوسرا جناب اسپیکر! بنگلہ نمبر ہے۔ 49-B۔

جناب اسپیکر۔ ایک سال میں سارے نکال لیے؟

میر اختر حسین لاگو۔ جناب اسپیکر! 49-B لکھا ہوا ہے۔ جس کیلئے بیالیس لاکھ پچاس ہزار روپے نکالے گئے ایک ہی سال میں۔ اور کوئی تفصیل نہیں ہے۔ صرف اتنا درج کیا گیا ہے کہ general repair۔ اُس general repairs میں ان پیسوں میں تو پورا بنگلہ نیا بن جاتا ہے۔ ان پیسوں میں general repairs کے کون سے کام کیئے گئے ہیں؟ کوئی تفصیل نہیں ہے جناب اسپیکر!۔

جناب اسپیکر۔ جو question ہے اُس میں بھی یہی کہا ہے کہ کتنا خرچ ہوا ہے۔ وہ بتا رہے ہیں کہ اتنا خرچ ہوا ہے۔

میر اختر حسین لاگو۔ جناب اسپیکر! انہوں نے خود مجھے جو جواب دیا ہے۔ انکے جواب سے میں آپ کو پڑھ کر سن رہا ہوں انہیں کے جواب سے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ ج واد قاف۔ یہ ایک علیحدہ question بنتا ہے۔

میر اختر حسین لاگو۔ جناب اسپیکر! یہ بنگلہ نمبر ہے 49-B ہے۔ جس میں بیالیس لاکھ پچاس ہزار روپے انہوں

نے خرچ کیا ہے۔ اور جو اسکی تفصیل میں انہوں نے دی ہے کہ کس چیز پر خرچ ہوئے۔ اُس میں صرف اور صرف انہوں نے ایک فقرہ لکھا ہے کہ general repair۔

جناب اسپیکر۔ جی آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا۔ اصل میں آپ نے صحیح فرمایا ہے کہ question میں ایسا ہی ہوتا ہے کہ جواب جب وہاں سے لاتے ہیں تو انکی ذمہ داری بنتی ہے، منسٹری کی اور سیکرٹریٹ کی کہ وہ تمام تفصیل لیں۔ کیونکہ واج ڈاگ خزانے کی یہی ہیں۔ اگر ان پینتالیس لاکھ روپے خرچ ہوئے ہیں۔ اور simple یہ لکھتے ہیں general repair۔ تو یہ تو بڑی عجیب بات ہے۔ اب اُس میں تو itemwise detail دینی چاہیے کہ بھی یہ دیوار بن گئی ہے۔ یہاں پر بجلی کی ہوگئی یا کچن میں repair ہوگئی۔ یا فلورنگ ہوگئی ہے۔ یا کیا ہوگئی ہے۔ یہ detail تو انکی ذمہ داری ہے۔ اب ہم تو ایسے ہی lump-sum میں یہ question پوچھیں گے کہ خرچ کہاں ہوا ہے؟۔ اب وہ بتائیں گے detail میں کہ خرچہ کہاں ہوا ہے۔ یہاں ہوا ہے۔ یہاں ہوا ہے۔ آپکے سامنے تو آپکی یہ ایم پی اے ہاسٹل پڑی ہوئی ہے۔ اس کے کمروں میں آپ جائیں بُو آرہی ہے۔ یہاں تو ایک پیسہ نہیں خرچ ہوتا ہے۔ جس میں سے آپکے پیسٹھ آپکے ایم پی ایز رہتے ہیں۔ اُس کے بعد اور بھی مہمان آتے ہیں۔ لیکن پیسے کوئی نہیں ہے۔ اور یہاں ایک اگر بنگلے پر نوے، نوے لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں۔ نوے لاکھ سے تو ایک نیا بنگلہ بن سکتا ہے۔ جناب اس کو ذرا سنجیدگی سے لیا جائے۔ اور گورنمنٹ کے یہ پیسے ہیں۔ کسی ہمارے خالہ کے پیسے تو نہیں ہیں کہ ہم اس طرح اڑا رہے ہیں۔

جناب اسپیکر۔ میرے خیال میں لاگو صاحب! اس کیلئے آپ fresh question لائیں۔ تاکہ اس کا باقاعدہ۔

میر اختر حسین لاگو۔ یہ انہیں کے questions سے میں اپنا ضمنی پوچھ رہا ہوں جناب اسپیکر!۔

جناب اسپیکر۔ لاگو صاحب! اس میں ایک fresh question اور تفصیل کے ساتھ جب منسٹر available ہوگا۔

میر اختر حسین لاگو۔ جناب اسپیکر! اگر آپ میرا question پڑھ لیں۔ میں نے اُس میں مانگا ہے کہ مجھے مکمل تفصیل دی جائے۔ question کو آپ غور سے پڑھ لیں۔ اُس میں لکھا ہوا ہے۔

جناب اسپیکر۔ جی لاگو صاحب! آپ کے question اور مطمئن کرنے کے لیے ایک fresh question بھی آجایگا۔ منسٹر بھی available ہوگا تو آپکا کام آگے چلے گا۔

وزیر محکمہ صحت۔ ہم آپ کو جواب دیں گے لائنو صاحب۔ آپ بیٹھیں۔ ہم جواب دینے کیلئے تیار ہیں۔
جناب اسپیکر۔ جی مری صاحب اٹھے ہیں جواب دیں گے۔ مری صاحب ابھی آئے ہیں۔۔۔ (مداخلت)۔

میر اختر حسین لاگلو۔ جناب اسپیکر صاحب! سوال میں میں نے جو question کیا تھا۔ اب اسکو ذرا میں پڑھ کر سُناتا ہوں۔ کیا وزیر ملازمتہائے عمومی و نظم و نسق ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ گزشتہ دور حکومت میں کن کن وزراء کے نام سرکاری بنگلے الاٹ کیئے گئے؟۔ انکے نام۔ بنگلہ نمبر۔ نیز ان بنگلوں کی تزئین و آرائش پر آمدہ اخراجات کی بنگلہ وار تفصیل دی جائے؟۔ ہم تفصیل مانگ رہے ہیں جناب اسپیکر!۔ مرحلہ وار تفصیل ہم مانگ رہے ہیں۔ انہوں نے بنگلہ وار تفصیل کے جواب میں مجھے کیا دیا ہے میں ابھی آپ کو وہ بھی پڑھ کر سُناتا ہوں۔
پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ وہ اسمبلی کے لائبریری میں پڑی ہے۔

میر اختر حسین لاگلو۔ میں خود لائبریری ہوں۔ یہ لائبریری میں نہیں ہے۔ یہ میرے ہاتھ میں پڑی ہے۔ نہیں، نہیں دیش صاحب! یہ میرے ہاتھ میں ہے لائبریری میں کہاں ہے۔ یہ پڑی ہوئی ہے sir۔
پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ sir یہ دیکھیں، لکھا ہے ”کہ تفصیل ضخیم ہے۔ لہذا اسمبلی کے لائبریری میں ہے“۔

جناب اسپیکر۔ یہ دیش صاحب پوچھ رہے ہیں۔

میر اختر حسین لاگلو۔ دیش صاحب! میں کہہ رہا ہوں۔ یہ دیکھو یہ میرے ہاتھ میں ہے جناب۔ میں پڑھ کر سُناتا ہوں آپ کو۔ میں خود لائبریری ہوں۔ یہ میرے ہاتھ میں ہے جناب۔ آپ ذرا مجھے چھوڑ دو۔ اب جناب اسپیکر! اس میں جواب میں آپ پڑھ لیں ”بنگلہ نمبر A-4۔ ایک لاکھ بیاسی ہزار روپے خرچ کیئے ہیں“۔
simple جواب میں لکھا ہوا ہے:

”کہ Repair work of Bungalow No.A-4, Zarghoon Road, Quetta. Residence of

Sardar Sanaulah Zehri.

یہ تفصیل مجھے انہوں نے دیا ہے۔ ایک لاکھ بیاسی ہزار روپے کس چیز پر خرچ کیئے ہوئے ہیں؟۔ کوئی تفصیل نہیں ہے۔ صرف repair of work۔ یہ کوئی تفصیل نہیں ہوئی۔ دوسرا میں آپ کو پڑھ کر سُناتا ہوں جناب اسپیکر۔ آپ کی معلومات کیلئے جو میرا سوال ہے۔ اُسکی رُو کے ساتھ انہوں نے مذاق کیا ہے۔

جناب اسپیکر۔ کیا لکھا ہے اُس میں؟۔ نہیں پہلے پہلے آپ نے کیا کہا؟

میر اختر حسین لانگو۔ جناب اسپیکر! اب میں آپ کو یہ پڑھ کر سنا رہا ہوں۔ یہ جہاں اکانوے لاکھ ستر ہزار انہوں نے خرچ کیے ہیں۔ اُسکے جواب کی تفصیل میں انہوں نے مجھے جو تفصیل دی ہے۔

جناب اسپیکر۔ نہیں، پہلے کیا آپ نے کہا تھا نواب ثناء اللہ کے؟۔

میر اختر حسین لانگو۔ جی، جی۔

جناب اسپیکر۔ اُسکے نام پر میرے خیال میں کوئی۔

میر اختر حسین لانگو۔ یہ بنگلہ اُنکے نام پر الاٹ تھا۔

جناب اسپیکر۔ نہیں، اُنکے نام پر الاٹ ہی نہیں ہے کوئی بنگلہ۔

میر اختر حسین لانگو۔ نہیں، جناب والا! انہوں نے جواب دیا ہے، میں نہیں کہہ رہا ہوں۔ محکمے نے جواب دیا ہے۔ اب جناب اسپیکر!۔

جناب اسپیکر۔ جی۔۔۔ (مداخلت۔ شور)۔

میر اختر حسین لانگو۔ سلیم صاحب! مجھے اسکو complete کرنے دیں۔ آپ بعد میں اسکا جواب دے دیں۔ پہلے مجھے سوال تو پوچھنے دو میرے بھائی۔

میر سلیم احمد کھوسہ صوبائی وزیر۔ دو منٹ میری بات سُن لیں پھر آپ۔

جناب اسپیکر۔ جی اُنکو لانگو صاحب! سنتے ہیں پہلے پھر آ جاتے ہیں۔

میر اختر حسین لانگو۔ میں صرف ایک، دو چیزوں کی نشاندہی کراؤں گا میرے بھائی! پھر مجھے آرام سے جواب

دیں۔ اب جناب اسپیکر! اکانوے لاکھ روپے جو انہوں نے خرچ کیے ہیں۔ اُسکی جو تفصیل انہوں نے مجھے دی

ہے اکانوے لاکھ ستر ہزار روپے۔ اب اُسکی جو تفصیل انہوں نے دی ہے۔ وہ میں تفصیل پڑھ کر سنا تا ہوں کہ

انہوں نے تفصیل کس طرح سے دی ہے اور جواب کس طرح انہوں نے دیا ہے۔ اب تفصیل اُسکی یہ ہے۔

الیکٹریک انشٹالیشن۔ بس اسکے علاوہ اور کچھ تفصیل نہیں ہے۔ الیکٹریک انشٹالیشن کے بعد انہوں نے جہاں خرچ

کیئے ہیں۔ انہوں نے دیا ہے۔ دو لاکھ روپے خرچ کیئے ہیں چیف منسٹر سیکرٹریٹ کوئٹہ۔ کس چیز پر خرچ کیئے

ہیں؟۔ کوئی walk-through gate لگائے ہیں انہوں نے۔ کوئی پتکھے چلیج کیئے ہیں۔ ایئر کنڈیشن چلیج

کیئے ہیں۔ ٹی وی لگائے ہیں۔ کمپیوٹر کا سامان لیکر آئے ہیں؟۔ کوئی تفصیل نہیں ہے۔

جناب اسپیکر۔ جی۔

میر اختر حسین لانگو۔ دوسرا اس میں سیریل نمبر 2 میں دوبارہ الیکٹریک انشٹالیشن۔ کوئی تفصیل نہیں۔ سیریل

نمبر 3 میں الیکٹرک انسٹالیشن۔ کوئی تفصیل نہیں ہے۔ سیریل نمبر 4 پر الیکٹرک انسٹالیشن۔ کوئی تفصیل نہیں ہے۔ پانچ پر بھی الیکٹرک انسٹالیشن۔ چھ پر بھی الیکٹرک انسٹالیشن ہے۔ سات پر بھی الیکٹرک انسٹالیشن ہے۔ آٹھ میں repair and maintenance۔ کوئی تفصیل نہیں ہے کہ کس چیز کی repair ہوئی ہے۔ کس چیز کو maintain کیا گیا ہے۔ گاڑی پر خرچ کیے ہیں۔ صوفے maintain کیے ہیں۔ کوئی تفصیل نہیں۔ اچھا جناب اسپیکر! نوپر بھی سیکرٹریٹ پر انہوں نے کوئی اسٹیٹرز۔ اس میں تفصیل دی ہے کہ سٹیٹرز پیپر کیے ہیں۔ اچھا دس میں repair maintenance Chief Minister and annexy۔

جناب اسپیکر۔ جی آپکا لائق صاحب! آپکا پوائنٹ آگیا۔

میر اختر حسین لاگو۔ جناب اسپیکر! یہ تفصیل نہیں ہے۔ آپ کو میں نے یہ سوال پڑھ کر سنا یا۔ میں نے تفصیل مانگی تھی۔ یہ تفصیل نہیں ہے انکا۔ یہ ڈیپارٹمنٹ نے جان چھڑانے والی بات کی ہے۔ یہاں ہم جان چھڑانے کیلئے نہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ۔ آپکا پوائنٹ آگیا۔ بالکل۔ جی کھوسہ صاحب۔

صوبائی وزیر۔ جناب اسپیکر صاحب! اس پر میں تھوڑا سا گزارش کرنا چاہوں گا۔ یہ A-54 اس وقت میرے پاس ہے یہ گھر مجھے الاٹ ہونے سے پہلے یہ گھر الاٹ ہوا تھا مری صاحب کو۔ مری صاحب چار دن اس گھر میں رہے۔ اور پانچویں دن اس گھر سے نکل گئے۔ اُس نے کہا یہ تو پورا کھنڈر ہے۔ پورا کھنڈرات ہے۔ میں نہیں رہ سکتا ہوں۔ اُسکے بعد پھر ڈمٹ صاحب گئے۔ اور ڈمٹ صاحب بھی وہاں سے نکل گئے۔ پھر یہ مجھے الاٹ ہوا۔ اور اس مرتبہ میں نے اس گھر پر اُنٹیس لاکھ روپے منظور کروا کر خرچ کیے۔ میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اس پر بالکل انکوائری کی جائے کہ اتنے پیسے پچھلے ادوار میں جو نکالے گئے تھے۔ یہ کس مد میں اور کہاں اس گھر پر خرچ ہوئے جو اس وقت بھی کھنڈرات تھا؟ اور میں نے بھی اتنے پیسے خرچ کرنے کے باوجود، کچھ اپنے گھر سے بھی میں نے خرچ کیے، پھر جا کر یہ تھوڑا رہنے جیسا ہوا ہے۔ اس پر بالکل انکوائری کی جائے۔ یہ میں A-54 کی بات کر رہا ہوں۔ باقی گھروں کا مجھے تفصیل زیادہ معلوم نہیں ہے جناب اسپیکر!۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ کھوسہ صاحب۔ لیکن یہ کہ انکوائری بھی آپ گورنمنٹ ہی کریں گے۔ آپ اس پر انکوائری چیف منسٹر سے کہہ دیں کروائیں۔

اختر حسین لاگو۔ جناب اسپیکر! اس میں میں سلیم صاحب کی بات کو سینڈ کرتا ہوں۔ ہمارے basically question لانے کا مقصد بھی یہی تھا کہ ہمارے اس غریب صوبے کا پیسہ جس طرح برباد کیا گیا ہے۔ اسی

54-A کے حوالے سے میں بات کروں۔ اُنیس لاکھ بیس ہزار ایک خرچ ہوئے ہیں۔ تین لاکھ پچاس ہزار ایک خرچ ہوئے ہیں۔ چودہ لاکھ اٹھانوے ہزار روپے ایک خرچ ہوئے کیئے ہیں۔ ایک لاکھ پچاس ہزار روپے ایک خرچ کر کے۔ اتنے پیسے کوئی پچاس لاکھ کے قریب پیسے اس مکان پر خرچ کر کے اسکو کھنڈر بنا دیا گیا۔ بجائے ان پیسوں سے نیا مکان بننا۔ انہوں نے اس غریب صوبے کا پچاس لاکھ روپے خرچ کرنے کے بعد، میں نے خود منسٹر صاحب جو محترم میرے سلیم صاحب ہیں، وہ خود بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ اتنے پیسے خرچ کیئے گئے ہیں۔ اس کو repair کرنے کیلئے نہیں بلکہ اس کو کھنڈر بنانے کیلئے۔ تو اس میں میں سلیم صاحب کی بات کو سینڈ کرتا ہوں۔ اس پر ایک انکوائری کمیٹی بنائی جائے جناب اسپیکر منسٹر صاحب کے اُس پر۔

سلیم احمد کھوسہ (صوبائی وزیر)۔ یہ زیارتوال صاحب کے پاس تھا، یہ اُن کے نام پر الاٹ تھا، زیرے صاحب کو اس کا پتہ ہوگا اس گھر کے بارے میں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جناب اسپیکر! یہ سارے گذشتہ ادوار کے ہیں۔ بالکل، ہم کہتے ہیں کہ اس پر تحقیقات ہونی چاہیے، بالکل ہم آپ کو سینڈ کرتے ہیں، بالکل وہ ہونی چاہیے، thank you۔ تحقیقات کروائیں گے انشاء اللہ اس پر۔ میں جناب جام کمال صاحب سے بھی گزارش کروں گا کہ اگر اسمیں کوئی بے ضابطگی ہوئی ہے تو ہم بالکل کریں گے۔ اور ہم اپوزیشن سے بھی لیں گے کہ آجائیں ہم ملکر کریں گے۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ۔

میر اختر حسین لاگو۔ جناب اسپیکر! اس میں گورنمنٹ side بھی agree ہے۔ ہم بھی agree ہیں۔ آپ رولنگ دے دیں۔ اس پر ایک کمیٹی بنا لیں۔

جناب اسپیکر۔ بالکل، وہ منسٹر available نہیں ہیں۔ اگر وہ C.M. ہوتے تو انشاء اللہ۔

میر اختر حسین لاگو۔ جناب اسپیکر! منسٹر صاحب نے تو کہہ دیا کہ کمیٹی بنا لیں گے ناں۔ گورنمنٹ کا حصہ ہیں۔ وہ اس وقت گورنمنٹ کو represent کرتے ہیں۔ جناب اسپیکر! وہ agree ہیں۔ گورنمنٹ سائینڈ agree ہے۔ ہم اپوزیشن کے دوست agree ہیں۔ آپ رولنگ دے دیں، اس پر کمیٹی بنا دیں۔

جناب اسپیکر۔ جناب لاگو صاحب! concerned ڈیپارٹمنٹ جس کا ہے وہ اس وقت یہاں available نہیں ہیں۔ منسٹر نے agree ہونی ہے۔ اُس نے اپنے ڈیپارٹمنٹ کے بارے میں کچھ بتائیں۔ جی اس میں دیش صاحب! آپ چیف منسٹر صاحب سے۔۔۔ (مداخلت)۔ جی سُنیں۔ دیش صاحب! آپ بیٹھیں مجھے رولنگ دینے دیں۔ آپ بیٹھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جام کمال صاحب منسٹر رہ چکے ہیں، وہ اپنے لیول پر پہلے انکوائری کریں گے۔ اگر ایسے ہوئی، بالکل ہم open آپ کو بھی on-board لے لیں گے۔ ہم آپ کو on-board لیں گے، پہلے ہمیں کرنے دیں۔

میر اختر حسین لاگو۔ اگر آپ پہلے چھ مہینے میں کر لیتے۔ چونکہ ابھی یہ ہاؤس میں آگئی ہے یہ ہاؤس کی پراپرٹی ہے۔ اس ہاؤس میں ہوگا۔

جناب اسپیکر۔ دیش صاحب بیٹھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جی جی، thank you۔

جناب اسپیکر۔ اس میں یہ کریں کہ چونکہ ہاؤس کی پراپرٹی ہے، اس پر اب question بھی آیا ہے۔ اس میں ایک کمیٹی بنا کے، چیف منسٹر صاحب کے پاس وہ portfolio ہے، وہ اس پر انکوائری کریں کہ اس میں کس طرح بے ضابطگیاں ہیں۔ ایک ہی سال میں اتنے سارے پیسے خرچ ہوئے ہیں اور ایک بنگلہ اور وہ جو بالکل ابھی تک کھنڈرات تھا۔

جناب اختر لاگو صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 95 دریافت فرمائیں۔

میر اختر حسین لاگو۔ question no 95۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

☆ 95 جناب میر اختر حسین لاگو رکن اسمبلی

کیا وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق ازراہ کرم مطہر فرمائیں گے کہ گزشتہ پانچ سالوں کے دوران کل کس قدر ناکارہ گاڑیاں بذریعہ نیلامی کن کن افراد کو فروخت کی گئیں، ان کے نام بمعہ ولدیت اور قیمت فروخت فی گاڑی کی تفصیل دی جائے نیز نیلامی کی مد میں حاصل کردہ رقم کی تفصیل بھی دی جائے۔

وزیر محکمہ ملازمتہائے عمومی نظم و نسق

گزشتہ پانچ سالوں کے دوران محکمہ ہذا نے 49 گاڑیاں نیلام کی ہیں۔ 21,721,901/۔ دو کروڑ سترہ لاکھ اکیس ہزار نو سو ایک روپے حاصل ہوئے تفصیل ضمیمہ ہے لہذا اسمبلی لائبریری میں ملاحظہ فرمائیں۔

میر اختر حسین لاگو۔ جناب اسپیکر! اس میں میرا ایک ہی ضمنی سوال ہے کہ یہاں پر انہوں نے جواب میں 49 گاڑیوں کا دیا ہے کہ وہ انہوں نے نیلام کیئے ہیں اور سامنے پیسے دیئے گئے ہیں۔ اس میں بھی محکمہ کی طرف سے اس غفلت کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔ یہاں نہ گاڑیوں کے ماڈل دیئے گئے کہ کس ماڈل کی گاڑی تھی؟ آیا یہ

2018ء میں خرید کے 2018ء میں نیلام کی گئیں۔ یا یہ 1970ء میں خریدی گئی تھیں؟، اور آج نیلام کر رہے ہیں۔ کوئی تفصیل نہیں ہے کوئی ماڈل وغیرہ اُن پر نہیں لکھا ہوا ہے۔ اگر ان کے پاس۔ میں دوسرا یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ اسی گورنمنٹ کے دور میں کچھ نئی گاڑیاں بھی purchase کی گئی ہیں۔ آیا یہ گاڑیاں مرمت کے قابل نہیں تھیں کہ ان کو مرمت کر کے استعمال کیا جائے۔ اور گورنمنٹ کا اتنا پیسہ نئی گاڑیاں خریدنے میں ضائع کیوں کئے گئے؟۔ اس کا جواب دیا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ بہت بہت شکر یہ۔ یہ تفصیل بھی مہیا کی گئی تھی، گورنمنٹ کی پالیسی ہے کہ جو گاڑی دو لاکھ سے تین لاکھ کلومیٹر چلتی ہے یا 7 سالوں سے زیادہ چلتی ہیں تو اسے MMD ہے جو ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ ہے وہ اُسے examine کرتی ہے کہ آیا اس کو نیلام کیا جائے یا کیا کیا جائے۔ اب آپ دیکھیں کہ اُن کی طرف سے اگر 3 لاکھ روپے initial لکھا گیا تو وہ ہم لوگوں نے 10 لاکھ میں نیلام کئے ہیں۔ اور sealed-bid تھا۔ open bid بھی نہیں تھا کہ کوئی chain بنا لیتے۔ لیکن یہ sealed-bid میں شفافیت سے ہوئی ہے۔ اس قدر شفافیت ہوئی ہے کہ کبھی بھی نہیں ہوئی ہے۔ اس طرح سے اور۔ اور میں آپ کو یہ بتا دوں کہ ہماری گورنمنٹ نے یہ دیکھا تھا۔ ان گاڑیوں کو بیس بیس سال تک بھی چلایا ہے۔ تاکہ صوبے پر بوجھ نہ پڑ سکے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر۔ جی ثناء بلوچ صاحب۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ جناب اسپیکر صاحب! میں ذہن صاحب کو آج زیادہ تکلیف نہیں دینا چاہتا ہوں لیکن ذرا سوال نمبر 95 میں آپ ذرا دیکھ لیں۔ سریل نمبر 1 پر جس شخص نے یہ گاڑی اُس کے نام پر آیا ہے، اُس کا نام ہے مسٹر مولاداد والد کا نام ہے حاجی بادرنگ۔ میرے خیال میں۔ ابھی اُنہوں نے یہ بات کی کہ بڑی شفافیت ہوئی ہے، گاڑیوں کی نیلامی میں۔ تو یہ شفافیت میں حاجی بادرنگ صاحب کا نام، پانچواں بھی حاجی بادرنگ، آپ کا 14 نمبر پر حاجی بادرنگ، 17.18 حاجی بادرنگ، 20.21 حاجی بادرنگ۔ پھر اُس کے بعد تفصیل نیلام شدہ گاڑیاں 2018ء تیسرے نمبر حاجی بادرنگ اور آپ کو خدا خیر دے۔ وہی ہے مولاداد والد حاجی بادرنگ۔ تو یہ شفافیت ہے، یہ کیسی شفافیت ہے جس میں 18-17-2016ء میں مسلسل گاڑیاں نیلام ہوتی ہیں اور ایک ہی شخص کا اور اُس کا نام نکل آتا ہے؟۔ تو اس میں طریقہ کار میں میرے خیال میں تبدیلی کی ضرورت ہے۔ اُس کے لیے بھی ایک کمیٹی بنانی ہوگی کہ ایک ہی بندے کے نام پر ساری نیلام کی گاڑیاں نکل آئی ہیں۔

وزیر محکمہ آبپاشی و برقیات۔ جناب اسپیکر! کوئی ایسا رولز نہیں ہے کہ ہم کسی کو کہیں کہ آپ ایک گاڑی سے زیادہ bid نہیں کر سکتے۔ مطلب highest bidder کو وہ گاڑی ملنی چاہیے۔ لیکن یہ نہیں ہے اُس میں ضروری ہے کہ اگر وہ آدمی پانچ گاڑیاں لیتا ہے یا دس گاڑیاں لیتا ہے اُس پر پابندی نہیں ہے۔ اُس کا bid highest ہونی چاہیے۔

جناب اسپیکر۔ جی۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ میں بالکل طارق بھائی کی بات سے agree کرتا ہوں کہ highest bidder جانا چاہیے۔ لیکن جو bid کی price fix ہوتی ہے۔ bid کا طریقہ کار۔ اگر کوئی ڈبہ پڑا ہوتا ہے اُس کی چابی کسی کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ دیکھیں جو ہمارے پاس جو روایتی طریقہ کار ہے، کسی کو support کرنے کا benefit دینے کا طارق بھائی! آپ بھی جانتے ہیں کہ کسی کو favor دینا ہو۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس کے بعد حکومت بلوچستان کی چاہے وہ کسی معمولی گاڑی سے لیکر بلوچستان کے قدرتی وسائل تک۔ جس کی بھی bidding ہوتی ہے، وہ کچھ انٹرنیشنل رولز ہیں، norms ہیں، standard ہیں آپ کے پاس آج کل سب کچھ اخباروں میں آتا ہے۔ automation ہے۔ ایک کمپیوٹرائزڈ سسٹم بنائیں۔ لوگ کمپیوٹر پر bidding کرتے ہیں۔ پورا پاکستان کیلئے آپ open کریں۔ ہو سکتا ہے آپ کو اس سے زیادہ رقم مل جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک چھوٹی بات ہے اس میں زیادہ زیادہ 20، 30، 40 یا 1 کروڑ کا ہوگا۔ لیکن بلوچستان میں شفافیت ایک بہت بڑا مسئلہ تو ہے۔ شفافیت شروع ہوتی ہے چھوٹی چیزوں سے۔ مکان کے repair سے لیکر گھلے ہوتے ہیں، گاڑیوں کے auction تک۔ بڑے بڑے بلوچستان کے قدرتی وسائل تیل و گیس کی خرید و فروخت تک۔ بلوچستان میں شفافیت 70 سال میں ہمیشہ جو ہے وہ بالکل ہی۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ ہمیشہ سے غائب ہی رہا ہے۔ تو شفافیت کو بہتر بنانے کیلئے طارق بھائی آپ ہیں، دینش کمار ہیں، آپ کم از کم کوشش کریں کہ آج کے بعد بلوچستان میں کوئی بھی چیز ہوتی ہے، چاہے repair کا آتا ہے، اختیارات جو ہے وہ اس طریقے سے استعمال کیئے جائیں اس میں اس بات کا امکان کم ہو۔ کہ کوئی ایک شخص ایک خاندان کوئی چند لوگ اس پورے نظام سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ شکریہ۔

جناب اسپیکر۔ جی شکریہ ثناء بلوچ صاحب۔ انجینئر سید محمد فضل آغا صاحب! اپنا سوال نمبر 48 دریافت فرمائیں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا۔ سوال نمبر 48۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جواب پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

☆ 48 انجینئر سید محمد فضل آغا رکن اسمبلی مورخہ 18 دسمبر 2018 کو مؤخر شدہ

کیا وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق ازراہ کرم مطلع فرمائیں گے کہ صوبہ میں تعینات گریڈ 19 کے وہ آفیسران جو گریڈ 20 اور 18 کے وہ آفیسران جو گریڈ 19 اور اسی طرح گریڈ 16 کے وہ آفیسران جو گریڈ 17 میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں، ان کے نام بمعہ ولدیت، عہدہ، گریڈ، محکمہ اور جائے تعیناتی کی تفصیل دی جائے۔

وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق

جن آفیسران کو ایک درجہ زیادہ تعیناتی کی گئی کی تفصیل ضخیم ہے لہذا اسمبلی لائبریری میں ملاحظہ فرمائیں۔ انجینئر سید محمد فضل آغا۔ سارے پڑھے ہوئے قرار دیئے۔ شکریہ جناب اسپیکر!۔ میں زیادہ زحمت تو نہیں دوں گا۔ گورنمنٹ کے ساتھ ہماری ہمدردیاں ہیں۔ ہماری گورنمنٹ ہے۔ اس میں کچھ 77 persons ہیں۔ مختلف گریڈز میں۔ جو 16 کے 17 میں لگے ہوئے ہیں یا 17 کے 18 میں لگے ہوئے ہیں یا 18 کے 19 میں posted ہیں یا 19 کے 20 میں posted ہیں۔ مجھے ان کی پوسٹنگ پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ یہ ایک صرف جاننا چاہتا ہوں کہ کیا ان کے promotion selection boards ہے وہ نہیں ہوئے ہیں۔ یا یہ آسامیاں خالی ہیں اس کی advertisement نہیں ہوئی ہیں۔ یہ کیا وجہ ہے کہ اس قسم کے جواب گریڈ 16 میں اگر آپ 17 میں دیکھیں تو 16 کے 113 اسٹینڈنگ فرز ہیں جو 17 میں کام کرتے ہیں۔ اور اسی طرح آپ آگے نکل جائیں تو یہ جو گریڈ 18 میں جو 17 کے ہمارے بھائی ہیں یہ کوئی 29 ہیں۔ اسی طرح اگر آگے نکل جائیں تو گریڈ 17 کے 18 میں کام کرتے ہیں وہ پانچ ہیں۔ اور اسی طرح چلتے چلتے کوئی 77 بن جاتے ہیں۔ تو میری صرف گزارش یہ ہے کہ ان کے جو یہ selection boards ہوتے ہیں departmental یا یہ نہیں ہوئے ہیں یا ہمارے پاس آفیسرز کی کمی ہے۔ کیا کچھ ایسا تو نہیں ہے کہ ہمارے سینئر آفیسرز پیچھے رہ گئے کہ گریڈ 18 کے آفیسرز گھر بیٹھے ہوئے ہیں اور گریڈ 17 کے آفیسرز 18 پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ یا 19 کا آفیسرز گھر بیٹھے ہوئے ہیں اور گریڈ 18 کے 19 پر بیٹھے ہوئے ہیں۔ کوئی یہ دیش صاحب اگر ہم تسلی کرا سکیں۔ میری سب سے پہلے پریشانی یہی ہے کہ کہیں ہمارے سینئر آفیسرز کو سائیڈ پر کر کے کہیں جو نیوز کو اوپر تو نہیں لائے گئے۔ کیونکہ ہر آدمی کو اس کا حق ملنا چاہیے تب وہ دلجوئی سے کام کر سکیں گے۔ اگر ہم اپنے آفیسروں کے حق ماریں گے اور اس میں pick and choose کریں گے تو پھر یہ ایڈمنسٹریشن کیلئے بڑی

پریشانی ہوگی۔ بہت شکریہ۔

جناب اسپیکر۔ جی شکریہ آغا صاحب۔ جی۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جس طرح سے آغا جان نے خود ہی کہا ہے کہ selection board میں کبھی کبھار تاخیر ہو جاتی ہے۔ یہ جن آفیسروں کو اگلے گریڈ میں ترقی دی گئی ہے وہ most senior ہیں۔ اگر 16 کے ہیں وہ 17 کے انتظار میں اُن کو 17 کی دی۔ 18 کے اُن کو 19 میں دی گئی ہے۔ اس طرح سے آغا صاحب اُن کی آفیسروں کی کارکردگی پر۔ اگر کسی کی کارکردگی اچھی ہوتی ہے تو اُس کو اگلے گریڈ میں ترقی دی جاتی ہے۔ اور اس طرح۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب اسپیکر۔ جی ملک صاحب! منسٹر کو بولنے دو پھر آپ کو فلور دے دینگے۔ منسٹر صاحب تیاری کر کے آئے ہیں۔ بولنے دیں اس کو۔ جی دیش صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ ملک صاحب! مجھے سنیں تو صحیح۔ میں کہہ رہا ہوں کہ دو تین وجوہات ہیں۔ ایک وجہ نہیں دو تین وجوہات ہیں۔ جن میں سے سب سے پہلے وہ سینئر آفیسر ہے اُن کے ابھی تک selection board ابھی تک نہیں، جن کی ترقی due ہے۔ اور دوسری بات کارکردگی پر بھی منحصر ہے۔ بہت سے اچھے آفیسران ہیں جن کی کارکردگی اچھی ہے اور کافی ایسے ہیں ہمیں سینئر available نہیں تھے۔ ان کی جگہ سے۔ ہم ایک گریڈ کو سینئر۔ ہم نے کوئی اس طرح نہیں کیا ہے کہ گریڈ 16 والا کو 18 میں لگایا ہے۔ ایک گریڈ ہم نے کیا ہے۔ تاکہ اُن کی کارکردگی کو بھی دیکھا جائے، اُن کے دوسرے چیزیں جن کو ہم مد نظر رکھ کر اس طرح رکھی ہے۔۔۔ thank you۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب اسپیکر! عموماً یہ ہوتا ہے کہ جو پسند اور ناپسند کی بات ہوتی

ہے۔

جناب اسپیکر۔ زیرے صاحب! اس ہاؤس کا ایک روایت ہے، پہلے چیئر سے اجازت لے کے بولیں،

پھر میرے خیال میں بہتر ہوگا۔ اس سے پہلے ملک صاحب نے فلور مانگا تھا۔ جی thank you۔

ملک نصیر احمد شاہوانی۔ شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ میرے خیال میں ہمارے کوئی بھی اس بات

سے مطمئن نہیں ہے۔ اس نے ایسے تو اندازے سے جواب دیا ہے۔ جس طرح زیرے صاحب نے کہا کہ یہ پسند اور ناپسند کی ہے۔ اگر وہ ایک، دو بندوں کا ایسا نام کہہ سکتے ہیں کہ یہ فلانی بندہ سینئر تھا۔ اس پر اگر ایک دن دے دیں ہم اس کو ایسے درجنوں لوگوں کے نام گنوائیں گے کہ اُس سے most senior کتنے لوگ بیٹھے ہوئے

ہیں۔ بعض لوگ استعفیٰ دے رہے ہیں آپ کسی بھی ڈیپارٹمنٹ کی آپ مثال لے لیں۔
جناب اسپیکر۔ دیش صاحب نے کہا کہ کچھ کی کارکردگی بہت اچھی ہے اُن کو جو نیئر ہو کے بھی سینئر پوسٹوں پر دی ہیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی۔ وہ تو آپ کی نظر میں ہو گا لیکن یہ ہے کہ ہمارے نظر میں اس طرح نہیں ہے۔ اس سے کم از کم اس قسم کے سوالات کا جب جواب ہوتا ہے ایوان میں اُس کی کوئی تسلی بخش جواب آنی چاہیے۔ نہیں تو پھر اس کو مؤخر کرنا چاہیے۔ اگر یہ وزیر اعلیٰ صاحب کا محکمہ ہے۔

جناب اسپیکر۔ جی آپ کا پوائنٹ آ گیا ہے، میرے خیال میں اس سوال پر سپلیمنٹری سوالات بہت زیادہ ہو گئے ہیں۔ next question پر آ جائیں۔ تسلی ہے جس کو کارکردگی کی بنیاد پر ہوئے ہیں۔ دیش کہتے ہیں کہ وہ آگے دے دیا ہے۔ دیش صاحب کی مہربانی ہے۔

ملک نصیر احمد شاہوانی صاحب! اپنا سوال نمبر 69 دریافت فرمائیں۔ ثناء بلوچ صاحب کا مقصد یہ ہے کہ جلدی سوالات ختم ہو جائیں اور main ایجنڈے پر آ جائیں۔

ملک نصیر احمد شاہوانی۔ جناب اسپیکر! میرا خیال یہ ہے کہ یہ جواب ابھی مجھے مل گیا 20 صفحوں کا ایک جواب ہے۔ اُس کا پھر بھی یہ کہتا ہے کہ اُس کی پھر لائبریری میں جو آپ اُس کو دیکھیں۔ اور ان کو صبح سے میں پڑھ رہا ہوں میرے خیال میں ابھی تک میں نے آٹھ page پڑھے ہیں اس کے لیے کم سے کم ایک دن پہلے ملے۔ اور اس میں اکثر page miss print ہیں۔ جناب اسپیکر! میں صرف پہلے page کی آپ کو مثال دیتا ہوں کہ یہ جو اخراجات ہوئے ہیں مختلف بنگلوں پر۔ پہلے ہی page کو اگر آپ ملاحظہ فرمائیں گے تو یہ ڈھائی کروڑ روپے سے زیادہ ہیں۔ اور یہ 19 page میں نے count کی ہے تو اتنے زیادہ اخراجات اگر ہم اس پر کسی بنگلے کی مرمت پر کرتے ہیں یہاں وہاں رنگ و رغن یا دوسرے اُس پر تو اُس سے بہتر ہے کہ کوئی نیا بنگلہ جو ہے بنایا جائے اور اس سے جو ہے میرے خیال میں جس طرح بلوچستان ایم پی اے ہاسٹل کی آپ کو مثال دے دیں گزشتہ 15 سال سے اُس کی کوئی مرمت ہوئی بھی نہیں ہے۔ ایک دو دفعہ اُس کی مرمت ہوئی ہے آج بھی وہ ایک ایسا نقشہ وہاں پیش کر رہا ہے جو اسمبلی کے ممبران وہاں ٹھہرے ہوئے ہیں آپ اُس کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور وہ جو chair اور کرسیاں اُس ایم پی اے ہاسٹل کے لیے اُس وقت جب یہ start ہوا تھا خریدی گئی آج تک وہ change نہیں کیے گئے ہیں۔ تو اس کے لیے آئندہ یہ ہونی چاہیے کہ ہمیں اگر اس قسم کے بیس، پچیس pages کا سوالوں کا جواب ملتا ہے تو کم سے کم ایک دن ملے تاکہ ہم اس کی پہلے مطالعہ کریں پھر اس

کے لیے کوئی ضمنی سوال، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ چونکہ پہلے دو page میں نے پڑھے ہیں اس پر بہت زیادہ بڑے اخراجات ہیں اس کو بھی جو ہے اُس کمیٹی کے حوالہ کر دیا جائے تاکہ دیکھا جائے کہ واقعی بھی یہ پیسے وہاں خرچ ہوئے ہیں یا صرف یہاں لکھا گیا ہے۔ 47 لاکھ، 33 لاکھ، 25 لاکھ، 22 لاکھ، 23 لاکھ، اس قسم کے ہیں۔

جناب اسپیکر۔ جی دیش صاحب ا

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ Sir اس کے لیے جو آپ نے کہا ہے کہ maintainace اور مرمت کے لیے باقاعدہ یہ ایک جو ملازمین ہیں application دیتے ہیں ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے۔ اور وہی کرتی ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ملازمین کی تنخواہ سے یا اُن کی جو monthly کرایہ ہے اُس میں سے 5% کاٹا جاتا ہے ترمین و آرائش کے لیے وہی پیسہ ان پر خرچ کیا جاتا ہے۔ آپ کی بات صحیح ہے اگر آپ مطمئن نہیں ہے تو کل یہ آپ دوبارہ پوچھ لے کوئی اس میں وہ نہیں ہے۔

میر اختر حسین لانگو۔ جناب اسپیکر! دیش بھائی میرے خیال سے پتہ نہیں کہاں سے جواب دے رہا ہے ہمیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا ہے۔ 5% جو کاٹا جاتا ہے وہ benevolent fund ہے۔ اُن کے لیے سالانہ بجٹ میں تو B&R کو پیسے allocate ہوتے ہیں maintenance or repair کے جو یہاں ان کی اپنی جو جیسے دیش بھائی نے کہا کہ طریقہ کار کے مطابق، طریقہ کار کے مطابق ہی سارے کام ہوتے ہیں کہ یہاں پر لاکھ لوگ اپنے بنگلوں کے نام دیتے ہیں طریقہ کار کے مطابق ہی اُن کے لیے پیسے فکس کیے جاتے ہیں۔ طریقہ کار کے مطابق ہی جو ہے fake tender کیے جاتے ہیں، طریقہ کار کے مطابق ہی جو ہے کیش ٹھیکیدار کے نام پر نکلا جاتا ہے، طریقہ کار کے مطابق ہی جو ہے آدھا پیسہ مالک مکان کو جاتا ہے جو رہائش پذیر ہے باقی کچھ پیسے ایکسٹین صاحب کے جیب میں طریقہ کار کے مطابق ہی جاتے ہیں۔ کچھ ایک percentage کمیشن کا وہ ٹھیکیدار جس کے نام پر ٹینڈر کیے جاتے ہیں اُس طریقہ کار کے مطابق کچھ پیسے اُن کی جیب میں بھی جاتے ہیں۔ تو جناب اسپیکر! بڑے ہی scientific طریقہ کار کے مطابق ہی ہمارے اس غریب صوبے کے پیسوں کو لوٹا جا رہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس طریقہ کار کو مندرجہ study کرنے کے لیے یہ جو تمام معاملات ہیں آپ کی رولنگ کے مطابق جو کمیٹی ہے، اُن کو دیے جائیں تاکہ ہم اس طریقہ کار کو مندرجہ study کرے اور اس طریقہ کار کو ہم مندرجہ بنالیں۔ بہت شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر۔ جی دیش صاحب! پہلے واضح کریں کہ کہاں سے بول رہے ہیں آپ؟۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جی بالکل میں یہی بات کر رہا ہوں کہ جی ایک review کمیٹی ہے، جو ملازمین جب دیتے ہیں ترمین و آرائش یا ان کی مرمت کے لیے، تو ایک کمیٹی بنائی گئی ہے جس میں C&W, Finance اور S&GAD ہوتی ہے۔ تو وہ کمیٹی میرٹ پر وہ دیکھتی ہے ہر سال کے لیے اور جی اس بلڈنگ میں جس طرح سے فنڈز ہوتے ہیں ہر سال جو میرٹ کے base پر آپ کو اگر اس طریقہ کار پر اعتراض ہے تو آپ ہمیں تجاویز دیں۔ اگر آپ کی تجاویز صحیح ہوں گی تو ہم اُس پر عملدرآمد کریں گے۔ ہماری حکومت شفافیت پر یقین رکھتی ہے اور ہمیشہ یہی ہمارا ہے کہ ہم شفاف طریقے سے اور یہ جو گزشتہ دور میں ہوئے ہیں بھی ہم ان کے لیے بھی آپ کے ساتھ ہیں، اور ہم آپ کو کہتے ہیں کہ آپ ہمیں تجاویز دیں ہم اُس پر عملدرآمد کریں گے۔ thank you۔

جناب اسپیکر۔ اس میں دنیش صاحب! پچھلے اُس میں جو ساری چیزوں کو دیکھ رہے ہیں اس کو بھی اُسی میں ڈال کے چیزیں دیکھیں کہ آیا اس میں کوئی کمی بیشی تو نہیں ہے۔

ملک نصیر احمد شاہوانی۔ جناب اسپیکر! اس بھائی نے جس طرح کہا کہ ایک طریقہ کار کے مطابق انہوں نے ایک لمبی سی procedure بھی طے کیا۔ تو اس کو کمیٹی کے حوالے کیا جائے تاکہ دیکھا جائے۔ جناب اسپیکر۔ جناب! میرے خیال سے میں اس کو بول چکا ہوں اگر آپ پہلے سن لیتے۔ ملک نصیر احمد شاہوانی۔ جی۔

جناب اسپیکر۔ جناب ثناء بلوچ صاحب! آپ اپنا سوال نمبر 75 دریافت فرمائیں۔ دیکھیں اس میں گورنمنٹ کو appreciate کرنا چاہیے اُس نے سارے سوالوں کے جواب دیئے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ جناب اسپیکر! شکریہ، میرا سوال تھا وزیر ملازمتہائے عمومی نظم و نسق یعنی S&GAD سے کہ یہ بتائیں گے کہ محکمہ ملازمتہائے عمومی نظم و نسق کو اب تک بیروزگار، engineers, doctors, agriculturists اور دیگر جو professional degree holders کی جانب سے کل کس قدر درخواستیں موصول ہوئی ہیں؟ اور حکومت کی جانب سے ان بیروزگاروں کو ملازمت کی فراہمی کے لیے کیا حکمت عملی یعنی کیا منصوبہ بندی مرتب کی گئی ہے؟ نیز بلوچستان اور دیگر صوبوں میں بیروزگاری کی شرح کی تفصیل بھی دی جائے؟۔ یہ سوال دو اجزا پر مشتمل ہے، پہلا جزو یہی ہے کہ آج تک civil and general administration کو بلوچستان کے بیروزگار professional degree holders کی جانب سے کتنی درخواستیں موصول ہوئی ہیں؟۔ یا انہوں نے خود، کیونکہ بلوچستان میں یہ سارا

data جمع کرنا کسی کی تو ذمہ داری ہے؟- definitely S&GAD کی ذمہ داری ہونی چاہیے۔ کہ ہمیں پتہ ہو کہ بلوچستان میں کتنے professional degree holders جو ہیں وہ بیروزگار ہیں۔ دوسرا جو اُس کا جزو ہے جو میں نے کہا کہ بلوچستان اور دیگر صوبوں میں بیروزگاری کی شرح، یعنی دیگر صوبوں کی نسبت بلوچستان میں بے روزگاری اور باقی صوبوں میں ایک comparative جو ہمیں chart graph یا detail دینا چاہیے تھا۔ تو جناب اسپیکر صاحب! یہ سوال دوسری مرتبہ آرہا ہے۔ اس سے پہلے بھی ایک دفعہ defer ہوا تھا۔ یہ دوسری مرتبہ یہاں آیا ہے اور اس میں جواب جو دیا گیا ہے ”کہ جواب کو نفی میں تصور کیا جائے“۔ اب کیا نفی یعنی بلوچستان میں کوئی بیروزگار نہیں ہے یا بلوچستان میں بیروزگاری کی شرح موجود ہی نہیں ہے؟۔ اب نفی کیا ہوتا ہے یا کہ بلوچستان میں بیروزگاری نام کی کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ دیش صاحب! آپ ذرا مجھے بتائیں گے کہ اس نفی کو میں کیا سمجھوں، کہ آیا حکومت کو کوئی بیروزگار نظر ہی نہیں آتے؟۔

جناب اسپیکر۔ جی دیش صاحب۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ ثناء بلوچ صاحب! بہت بہت شکر یہ۔ یہ جو میں نے آج briefing لی ہے جناب ”نفی میں“۔ اُن کا مقصد یہ تھا کہ جو آپ نے question کیا ہے کہ محکمہ ملازمتہائے عمومی و نظم نسق اب تک بیروزگار engineers, doctors, agriculturist اور دیگر جو professional degree holders کی جانب سے کل کس قدر درخواستیں موصول ہوئی ہیں۔ تو اُنہوں نے جواب دیا ہے کہ ہمیں ایک بھی نہیں ہوئی، اُن کی جانب سے۔ یہ اُن کے کہنے کا مقصد تھا کہ ہمیں نہیں ہوئی۔ اور اب باقاعدہ اُنہوں نے جس طرح سے doctors کی اُنہوں نے لکھا ہے health department کو کہ ہمیں بتائیں۔ اچھا! اور اسمیں آپ خود بتائیں کہ یہ ساری 17 grade کی jobs ہیں جو آپ نے لکھی ہے۔ یہ through public service commission کے اُنہیں جاتی ہیں اُنہیں کو پتہ ہے کہ یہ پوسٹیں اُن کے through، ہمارے department کے through اُنہیں بتایا جاتا ہے کہ ہماری پاس vacant posts ہیں اس پر بھرتی کی جائے 17 گریڈ کی۔ ٹھیک ہے جی پہلے کا تو ہوا، دوسرا آپ نے کہا ہے کہ بلوچستان اور دیگر صوبوں میں بیروزگاری کی شرح کی تفصیل دی جائے۔ یہ ادارہ شماریات پاکستان مرتب کرتا ہے، ادارہ شماریات پاکستان دیگر صوبے اور بلوچستان کی جو ابھی اُنہوں نے latest مردم شماری کی اسمیں باقاعدہ questions تھے کہ جی آپ کا پیشہ کیا، آپ کی qualification کیا ہے۔ آپ روزگار سے ہیں بیروزگار ہیں۔ یہ تو آپ جائیں online آپ کو یہ ملیں گی۔ اُن کا کہنے کا مقصد تھا

کہ ہمارے پاس یہ چیز نہیں ہیں۔ اور اب آپ کے کہنے پر ہم نے ہر department کو بشمول ادارہ شماریات کو بھی لکھا ہے کہ ان سوالات کے جوابات ہمیں دیے جائیں۔ thank you۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ جناب اسپیکر! جی دیکھیں دینش بھائی! گڑ بڑ اسی میں ہوتی ہے۔ آپ صوبائی حکومت ہیں، کیا پبلک سروس کمیشن صوبائی حکومت کے زیر انتظام نہیں ہے؟ کیا سول اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن آپ کے زیر انتظام نہیں ہے؟ کیا 70 سال سے بلوچستان کے تمام محکموں کو یہ علم نہیں کہ ہمارے ادارے، ہمارے یونیورسٹیاں، ہمارے کالج، ہمارے اسکولز کتنے نوجوان پیدا کر رہے ہیں اور ہم ان کے اعداد و شمار اکٹھے کریں کہ انکو ثناء بلوچ نے آکے بتانا تھا کہ جی آپ اس کی تفصیل دیں۔ کیا آپ کی جو شماریات کا ادارہ ہے یا جو department ہے ministry ہے وہ حکومت بلوچستان کے ساتھ coordination میں نہیں ہے، ہم تو یہاں براہ راست شماریات کے محکمے کو تو سوال بھیج ہی نہیں سکتے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ غیر ذمہ داری اتنی ہے دیکھیں کسی بھی حکومت کی پالیسیاں جب بنتی ہیں جب تک اُس کو پتہ نہ ہو کہ میرے صوبے میں کتنے بیمار ہیں، میرے صوبے میں کتنے معذور ہیں، میرے صوبے میں کتنے بیروزگار ہیں، میرے صوبے میں کتنے اسکول ہیں، کتنے اساتذہ ہیں، کتنے طالب علم ہیں، کتنی آبادی ہے، جب تک کسی صوبے کے محکموں کے پاس کسی چیز کی تفصیل ہی نہیں ہوگی تو وہ اُس کے حوالے سے منصوبہ بندی نہیں کر سکتے۔ جناب اسپیکر صاحب! ابھی آپ کو بتاؤں اس کا Link کیوں جڑتا ہے؟۔ ابھی جو حکومت ہے وہ ایک mini-budget بنانے کا سوچ رہی ہے، PSDP کے حوالے سے ہم نے آپ کے ساتھ ایک تفصیلی بحث کی ہمیں پتہ ہے کہ جب تک آپ ایک ایسی PSDP ایک ایسا development ایجنڈا نہیں لاتے جس میں بیروزگاری کے خاتمہ کی تفصیلات نہ ہوں، جس میں بیماریوں کے خاتمے کی تفصیلات نہ ہوں، جس میں تعلیم کی بحالی کی نہ ہوں۔ اُس وقت تک یہ صوبہ چل نہیں سکتا۔ اس طرح تو آپ نے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ آپ کے محکمہ اس طرح کے نئی میں جواب دے دیتے ہیں بعد میں آپ کو اکیلے میں بریفنگ دے دیتے ہیں ”کہ جی یہ تو اُس کا کام تھا۔ یہ تو جی اُس کا کام ہے۔ اُس کا کام ہے“۔ اس صوبے میں آخر کوئی حکومت نام کی کوئی چیز ہے یا نہیں ہے۔ آپ کے پاس اعداد و شمار ہونے چاہیے، آپ کے پاس ابھی چھ مہینے میں آپ بیروزگاری کے خاتمہ کی بہت بڑی پالیسی یہاں پر 100 pages کا ہمارے سامنے آکے رکھ دیتے۔ پھر ہم سمجھتے کہ یہ حکومت بیروزگاری کے خاتمے میں مخلص ہے۔ اب تو بلوچستان کو ایسے لگ رہا ہے جیسے آپ وہ کچھ اور خرگوش والی ریس میں آپ بالکل خوابِ خرگوش میں مبتلا ہیں۔ نہ بیروزگاروں کا تفصیلات ہیں، نہ بیماروں کی تفصیلات ہیں، نہ حادثات کی تفصیلات ہیں، نہ بلوچستان کے

مالی وسائل کی تفصیلات ہیں، development کی ساری چیزیں اسی طرح ہیں۔ تو جناب دیش صاحب! آپ میرے شریف بھائی ہیں۔ آج آپ کے کندھے پر یہ سارے بوجھ انہوں نے ڈال کے بھیج دیا ہے۔ خدا کے لیے آئندہ یہ بوجھ اٹھا کے مت آئیں۔ دیکھیں! یہ بیروزگاری کے حوالے سے اگر میں، ویسے اجازت نہیں ہے میں اگر اسی اسمبلی میں ابھی اگر کہوں کہ آپ لوگ ہاتھ اٹھائیں ایمانداری سے انہیں گیلریوں میں سے 90% لوگ بیروزگار بیٹھے ہونگے اپنا ہاتھ اٹھائیں گے۔ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ایک صوبائی حکومت کو ابھی تک یہ پتہ نہیں ہے کہ ہمارے ہاں بیروزگاروں کی تعداد کیا ہے۔ کیا اس طریقے سے بیروزگاری کے خاتمہ کی پالیسی بنتی ہے؟۔ اور اسی لیے یہ جو سیشن ہے ایک ہفتہ کا، اسمیں بیروزگاری کے خاتمہ پر ہم آپ کو تفصیلات دینگے۔ ہم آپ کو تفصیلات دینگے کہ کتنے doctors بیروزگار ہیں۔ آپ کی حکومت نہیں کر سکتی لیکن بحیثیت اپوزیشن ہم بلوچستان کو چلائیں گے اور ہم آپ کو بتائیں گے کہ بیروزگاری کے خاتمے کی پالیسی کیا ہوتی ہے۔

جناب اسپیکر۔ جی۔ کندھے تو مضبوط ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ ہمارے دوست جذباتی تقریر کر کے point scoring کر رہے ہیں۔ میں آپ کو بتا دوں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ جناب اسپیکر! یہ جذباتی تقریر نہیں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ نہیں، ایک عرض سنیں۔

میر اختر حسین لاگو۔ جناب اسپیکر! اگر منسٹر صاحب تیاری کر کے نہیں آتے ہیں۔

جناب اسپیکر۔ ماشاء اللہ، بہت تیاری کی ہے department بہت زیادہ ہیں۔

میر اختر حسین لاگو۔ یہ اپنے محکموں کی نالائقی دُور نہیں کر سکتے ہیں، وہ کم سے کم ہم پر الزام نہیں لگائیں۔ منسٹر صاحب نے اپنے کندھوں سے زیادہ بڑا بوجھ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ اس سے وہ بوجھ گھسیٹا نہیں جا رہا ہے۔

جناب اسپیکر۔ نہیں نہیں لاگو صاحب! کندھے مضبوط ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ لاگو صاحب، لاگو صاحب، لاگو صاحب! مجھے سنیں تو صحیح۔ اسپیکر صاحب! جیسے عرض کیا تھا کہ ان کا question ہم نے ministry of health کو بھیجا ہے کہ کتنے doctors بیروزگار ہیں۔ ہم نے C&W department کو بھیجا ہے، ہم نے irrigation کو بھیجا ہے، ہم نے سب کو بھیجا ہے۔ اور جو ثناء بلوچ صاحب ہم سے دوسرے صوبوں کی پوچھ رہے ہیں یہ بھی ہم پر ذمہ داری ڈال رہے ہیں۔ وہاں کیا بیروزگاری ہیں۔ ہم کہاں سے ان کے، میں وہی تو کہہ

رہا ہوں کہ to the point آپ پوچھیں، آپ کو اسی لیے ہم نے کہا کہ جی بالکل آپ کی بات ہم مانتے ہیں۔ ہم اس پر کر رہے ہیں، آپ ہمیں time دیں۔ ابھی آپ نے question raise کیا ہے آپ بتائیں اگلے سیشن میں ہم آپ کو بتائیں گے کہ بلوچستان میں کتنی بیروزگاری ہے۔ اگر ہم نہیں بتائیں تو ہم جرمانہ ہیں بالکل۔

میر اختر حسین لانگو۔ یہ تیسری مرتبہ یہ سوال آرہا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ نہیں، وہ متعلقہ department سے نہیں تھا ہم نے متعلقہ departments سے جواب مانگے ہیں۔

میر اختر حسین لانگو۔ چار مہینے میں یہ دو دفعہ table ہوا ہے، دینش صاحب میرے خیال سے پانچ سال کا tenure گزارنے کے بعد جواب دینگے۔ پھر اسلام آباد ہوٹل میں بیٹھ کر ہمیں تفصیل بتائیں گے اس اسمبلی میں تو دینش صاحب اس موڈ میں ہیں ہی نہیں۔

جناب اسپیکر۔ دینش صاحب کو ذمہ داری ابھی دیا ہے، وہ تیاری بھی کر کے آئے ہیں اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ department بہت زیادہ ہیں۔

میر اختر حسین لانگو۔ چار مہینے میں یہ دوسری مرتبہ table ہو رہا ہے اور ابھی تک اس کا جواب وہی ہے جو دو مہینے پہلے بھی انہوں نے یہی کہا تھا کہ جواب نفی میں تصور کیا جائے۔ آج بھی کہتے ہیں نفی میں تصور کیا جائے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے محکمہ حج و اوقاف۔ جناب اسپیکر! ہم نے ہر department کو لکھا ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہمارے پاس جیسے ہی آجائینگے میں آپ کو بتاؤں گا۔ اور دوسری میں آپ کو مزے کی بات بتاؤں ایک میں مطلب general information آپ کو دے رہا ہوں وہ نہیں ہے کہ کوئی وہ، کہ وہ فاق کی طرف سے اب ایک سروے ہونے جا رہا ہے بلوچستان میں 25 اضلاع میں جس میں یہی focus ہے، وہ آئے تھے ہم سے انہوں نے meeting بھی کی، NRCP, BRCP سب کے تحت ایک سروے ہو رہا ہے۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب اسپیکر۔ دینش صاحب کو تو آپ لوگ بولنے تو دیں۔ سب اٹھ جاتے ہو اُس کا پہلے سے آواز نہیں نکل رہا ہے۔

میر اختر حسین لانگو۔ میں point of order پر ہوں جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر۔ point of order پر ہو، دینش point of order تو کر لیں۔

میر اختر حسین لاگلو۔ جناب اسپیکر! منسٹر صاحب آئیں، بائیں، شائیں مار رہے ہیں۔
 جناب اسپیکر۔ نہیں نہیں سیدھا سیدھا بول رہے ہیں آئے بائیں شائیں مار نہیں رہے ہیں۔
 میر اختر حسین لاگلو۔ وہ کبھی کہتے ہیں پبلک سروس کمیشن، پبلک سروس کمیشن کے پاس آپ نے بھیجے
 ہیں۔ انہوں نے تو صرف test لے کر آپ کو سفارشات بھیجنا ہیں کہ کون پاس ہوا ہے اور کون فیل ہوا ہے۔

جناب اسپیکر۔ جی لاگو صاحب! آپ دیش کون تو لیں۔

میر اختر حسین لاگلو۔ آپ کیا کر رہے ہیں ہم آپ سے وہ تفصیل مانگ رہے ہیں۔ وفاق کو جو کر رہا ہے اُس کو
 چھوڑ دیں۔ افغانستان جو کر رہا ہے اُس کو چھوڑ دیں، ایران جو کر رہا ہے اُس کو چھوڑ دیں، آپ جو کر رہے ہیں ہم تو
 وہ پوچھ رہے ہیں۔

جناب اسپیکر۔ جی شکریہ۔ ایک سوال پر اتنے سارے ضمنی question نہیں ہو سکتے۔ جی آغا
 صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا۔ بلوچستان کے نوجوانوں کے انجینئرز، ڈاکٹرز اور جنرل سروسز کے مستقبل کا،
 سب کا تعلق اسی سے ہے اور ہم نے ان کو بہت non سنجیدہ طریقے سے اس کو اس house میں deal کیا
 ہے۔ ان سے پوچھا تھا کہ بلوچستان میں کل کتنے بیروزگار انجینئرز ہیں ڈاکٹرز ہیں diploma
 holders ہیں agriculturist ہیں، دوسرے ہیں، تیسرے ہیں یہ بہت سنجیدہ بات ہے۔ اب بیروزگاری
 کا تو ہمیں پتہ ہے آئے دن ہڑتالیں ہو رہی ہیں آئے دن درخواستیں آتی ہیں۔ ہزاروں درخواستیں آتی ہیں تو میر
 ے خیال میں اس House کو ان معاملات کو بہت سنجیدگی سے لینا چاہئے۔ سروسز کے معاملات ہوں یا
 education کے معاملات ہوں یا انجینئرز ہوں، ڈاکٹرز ہوں، agriculture سے تعلق ہوں، دوسرے
 جتنے ہمارے لوگ ہیں ہمارے polytechnic کے لوگ ہیں یہ سارے بیروزگار پھر رہے ہیں۔ 80% سے
 زیادہ لوگ بیروزگار ہیں اور یہ کبھی یہ دیش بھائی تو ہمارا بھائی ہے بس آج انہوں نے ہمارے کسی زمانے میں سینیٹر
 ہوتے تھے۔ ڈاکٹر شیر افگن صاحب وہ بھی، جو بھی question آتے تھے اُن کے پاس جواب ہوتا تھا۔ اب یہ
 دیش صاحب ہمارے اس House کے بن گئے جو question آتا ہے ان کو پتہ ہے ایسا بھی نہیں چلتا ہے
 بابا۔

جناب اسپیکر۔ نہیں نہیں ماشاء اللہ بڑا تیار معیاری کر کے آیا ہے۔ جی۔

انجینئر سید محمد فضل آغا۔ ہم گزارش کرتے ہیں بلوچستان ہم سب کا ہے یہاں کے لوگ ایک سارے

جیسے ہیں ادھر بیٹھے ہوں یا ادھر بیٹھے ہیں، House کے معاملات بڑے سنجیدہ ہیں اور ہم نے بڑے غیر سنجیدہ طریقے سے لیئے ہیں۔ میں آپ کا مشکور ہوں مجھے موقع دیا شکریہ جناب۔

جناب اسپیکر۔ جی شکریہ جی جمالی صاحب!

میرجان محمد خان جمالی۔ شکریہ اسپیکر صاحب! ایک تو وقفہ سوالات میرا خیال ہے time over ہو گیا

ہے اور جو ایجنڈا میرے اپوزیشن کے دوستوں نے دیا ہے، وہ بہت serious ایجنڈا ہے، موجودہ حوالوں سے بھی اور مستقبل کے حوالے سے بھی، آج فاضل رکن دینش صاحب نے۔ کتنی دلچسپ بات کی ہے۔ حج و اوقاف سے بھی جواب دینے بھی شروع کئے اور سروسز اینڈ جنرل اینڈ انسٹریکشن کے بھی۔ اور ان کو جو سبق سکھایا گیا۔ میرے خیال میں جس سیکرٹری کیساتھ ان کی meeting ہوئی ہے یا ڈپٹی سیکرٹری کے ساتھ جو سبق ان کو سکھایا گیا انہوں نے پیش کر دیا۔ ایک اور گزارش ہے ابھی دینش صاحب کو پھنسا دیا ہے کابینہ نے، میں بھی MPA ہوں، میں کابینہ کا حصہ نہیں ہوں، لیکن یہ وہی مسئلہ ہے کہ میں کاٹ چھانٹ کر رہا ہوں تھوڑا اُس کو مہذب بنا کے ایک کشتی میں ہم سب سوار تھے، بلوچ، پشتون، سب، عبدالخالق کا ہزارہ بھی، سب سوار تھے۔ بھنور میں پھنس گئی بھنور میں۔ پھنس گئی کشتی تو کہا گیا ”اُتر و دینش! سب سے پہلے تم چھلانگ لگاؤ“۔ تو آج ہماری صوبائی حکومت نے ”اُتر و دینش سب سے پہلے تم چھلانگ لگاؤ“۔ اگر سمجھ رہے ہیں۔ تو آپ appreciate کریں اس چیز کو اور انشاء اللہ سیکھتے جائیں گے۔ لیکن احساس تو ہو کہ کابینہ کے دوست ہم بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہاں کچھ تو بنائیں اُس کو ابھی کابینہ کو seriously لینا چاہئے چیزوں کو، 6 مہینے سے صبر اور حوصلے سے اپوزیشن نے، اپوزیشن کیا ہے ہم نے بھی کوئی سوال نہیں اٹھایا ہے۔

جناب اسپیکر۔ میرے خیال میں minster تو ایک بھی نہیں ہے، ہاں advisor ہے، آپ

advisor ہیں، minster ہیں؟۔ تو minister کوئی نہیں ہے۔

میرجان محمد خان جمالی۔ وہ بیٹھے ہوئے محمد خان ہے Advisor ہے۔ تو ان چیزوں کو ابھی ہم نے

رواں کرنا ہیں۔

جناب اسپیکر۔ ایک پارلیمانی لیڈر صاحب بیٹھے ہیں، بس اصغر اچکزئی صاحب اور وہ بگٹی صاحب بیٹھے

ہوئے ہیں، جمہوری وطن پارٹی کے۔ جی۔

میرجان محمد خان جمالی۔ جی ہاں چیئرمین، آپ بھی role ادا کریں کہ تھوڑا عادت ڈالیں کابینہ کو جواب دینا

ہوتا ہے House میں، MPA,s کو اور اپوزیشن کو یہ ذہن میں ڈال لیں اور جواب ان کو دینا پڑے گا۔ ابھی

وہ وقت نہیں کہ کوئی آپ کو معاف کرے۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ دیش صاحب! kindly آپ department کو کہہ دیں کہ نفی والی کہانی ہے نہیں، اس میں جتنے آپ سے بیروزگاری کے حوالے سے question کئے ہیں، serious جواب دے دیں۔ اس طرح house کا time خراب نہیں کریں، نہ اپنا time خراب کریں۔ جی ہو گیا۔ وقفہ سوالات ختم۔ دیش صاحب! بیٹھیں۔ جی مین خلجی صاحب۔

جناب محمد مین خان خلجی۔ اسپیکر صاحب! میں اپنے حلقے کے حوالے سے بات کرنا چاہتا ہوں کہ کچھ دن پہلے میرے حلقے میں نور محمد دومڑ صاحب نے interference شروع کی۔ اور باقاعدہ طور پر اپنے دوست جو اُن کے قریبی دوست یار ہیں۔ انہوں نے اُن کو اُس حلقے میں باقاعدہ طور پر اُنکو support کرنے کی کوشش کی۔ جس کے اوپر میں نے اُنکو کہا کہ جو اُنکے SDO ہے، یا XEN ہے اور ایک یار دوست آدمی کو انہوں نے پابند کیا ہے کہ اُس کی بات سنی جائے۔ وہ باقاعدہ طور پر اُس علاقے کا XEN اور SDO بنا ہوا ہے۔ باقاعدہ طور پر لوگوں کو آرزو دیتا ہے کہ جو ہے آپ یہ کام کریں۔ اور آپ جو ہیں یہ کام کریں۔ اور باقاعدہ طور پر وہ بندہ دھمکیاں دیتا ہے کہ میں آپ کی تنخواہ بند کر دوں گا۔ تو باقاعدہ طور پر دھمکیاں دی جاتی ہیں۔ جب میں نے نور محمد دومڑ صاحب سے کہا کہ ”نور محمد صاحب! یہ آپ میرے حلقے میں باقاعدہ طور پر meeting ہوئی تھی اور آپ نے کہا تھا کہ جس علاقے میں جو مسائل ہیں۔ ہم علاقہ کے MPA کے ساتھ بیٹھ کے اُدھر مسائل کو حل کریں گے۔ کھلی کچھری لگائیں گے جو بھی طریقہ کار ہے۔“ جب میں نے اُن کو کہا ”کہ آپ نے میرے through اُس حلقے میں آنا تھا۔ کھلی کچھری لگانی تھی“۔ کہتا ہے ”وہ تو میرا یار دوست ہے میں سیاست نہیں کروں، میں تو آئندہ اُس کو کونسلری کے الیکشن کے لیے کھڑا کروں گا“۔ تو میں نے کہا ”یار! ہم آپ کے اتحادی ہیں پاکستان تحریک انصاف آپ کی اتحادی ہے۔ ہم آپ کے دوست ہیں۔ ابھی دو دن ہوتے ہیں ہم نے آپ کو سینیٹ میں ووٹ دیا ہے۔ ہم آپ کے بھائی ہیں اور آج آپ مجھے آنکھیں دکھا رہے ہیں“۔ تو آگے سے مجھے بولتا ہے کہ ”WASA department آپ کو دیدوں؟۔ PHE آپ کو دیدوں؟“۔ ہاتھ ہلا رہا تھا۔ اُس کا خیال تھا CM سیکرٹریٹ کے gate پر جیسے لوگوں کے ساتھ بدتمیزی کرتے تھے، اسی طرح ادھر بھی کیا جاتا ہے۔ یہ کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔ یہ ایک دوست کے ساتھ یہ کوئی رویہ نہیں ہے۔ الیکشن اسی لیے ہوتا ہے ہر علاقہ کا بندہ نمائندگی کریگا اُس حلقے کی۔ اور اُس کی insult کی جاتی ہے۔ مطلب یہ تو کوئی جناب اسپیکر صاحب! کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔ کہ یہ بد معاشیاں۔ اور یہ طریقہ کار نہیں ہونی چاہیے۔ شکر یہ۔

جناب اسپیکر۔ جی شکریہ۔ kindly اس پر پھر آپ۔ جی ایک منٹ سننے دیں۔ اس کا بھی آپ جواب دیں۔ آپ kindly chief minister سے اس حوالے سے بات کریں۔ اگر نہیں ہو تو floor پر آپ اپنا باقاعدہ ریکارڈ میں لائیں۔

جناب محمد مین خان خلجی۔ جی ہاں۔

جناب اسپیکر۔ جی شکریہ۔ نہیں ابھی کارروائی کو آگے بڑھاتے ہیں۔ ابھی time بہت زیادہ ہے۔ جی نہیں ملک صاحب، ملک صاحب! please آگے آپ کو موقع دیں گے۔ کارروائی بہت زیادہ ہے۔ جی آگے آپ کو دے دیں گے zero hour میں دے دیں گے۔ ابھی کارروائی کو آگے بڑھاتے ہیں۔
توجہ دلاؤ نوٹس۔ میرزا بدلی ریکی صاحب! آپ اپنی توجہ دلاؤ نوٹس سے متعلق سوال دریافت کریں۔

میرزا بدلی ریکی۔ thank you جناب اسپیکر صاحب۔ عنوان: بی اینڈ آر آفس واشک کار ریکارڈ غائب کیا جانا۔

کیا وزیر مواصلات و تعمیرات ازرا کرم مطلع فرمائیں گے۔ کہ

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بی اینڈ آر آفس واشک کار ریکارڈ گزشتہ پندرہ سالوں سے غائب ہے؟۔

(ب) اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت مذکورہ ریکارڈ کی بحالی کے لیے کیا اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے؟۔ تفصیل دی جائے۔

جناب اسپیکر۔ جی وزیر صاحب ہیں، کسی کے پاس اختیار ہیں؟۔ بی اینڈ آر کا charge پہلے تھے آپ کے پاس بھی نہیں ہے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب اسپیکر! یہ ہمارے table پر نہیں ہے یہ صرف ایک توجہ دلاؤ نوٹس ہے، کہاں پر ہے؟۔

جناب اسپیکر۔ وہ تو آپ کو مل جائے گا، پہلے minister تو ڈھونڈ لیں۔ اچھا نوٹس نہیں ہے۔ department کس کے پاس ہے chief minister کے پاس ہے؟۔ جی۔ اچھا چیف منسٹر صاحب کے پاس ہے۔

میرزا بدلی ریکی۔ جناب اسپیکر! اجازت ہے۔ اسپیکر صاحب! اس minister صاحب میرے خیال میں نہیں ہیں جناب اسپیکر صاحب! اس کا سوال اور جواب میں خود دے دوں۔ دیش تھا وہ بھی چلا گیا۔ جناب

اسپیکر صاحب! 15 سالوں سے ایک SDO کو واشٹک میں لایا گیا تھا اور اسکو XEN کا charge دیا گیا تھا

جناب اسپیکر۔ میرے خیال میں اس میں اگر آیا تھا یا کسی minister صاحب کو اختیار دے دیتے۔ لیکن وہ minister صاحب آیا ہے نہ کسی کو اختیار دیا ہے نہ کسی نے تیاری کیا ہے۔ نوابزده! میرا خیال ہے کسی کو نہیں دیا ہے یا آپ کے پاس CM صاحب کے پاس ہے جی شکر یہ نوابزده صاحب، جی بات کیا کریں minister صاحب ہے ہی نہیں۔ جی۔

میرزا بدلی ریگی۔ جناب اسپیر! 15 سالوں سے ایک SDO کو charge ایک XEN کو دیا ہے۔ جب ایک مہینہ اپنے اُس SDO کو transfer کیا دوسرا XEN جب واشٹک میں گیا۔ اُس کو XEN غلام نبی نے ایک ریکارڈ نہیں دیا۔ CMIT جناب اسپیکر صاحب! واشٹک گیا۔ وہاں واشٹک پہنچ گیا پیچھے سے اُس کے call آیا کہ فوراً واشٹک سے نکل جاؤ۔ جناب اسپیکر صاحب! نکلنے کا مقصد یہی ہے کہ آپ وہاں سے نکل جاؤ۔ آپ وہاں کیا کر رہے ہیں۔ CMIT ٹیم کا تیمور شاہ واپس آ گیا کونٹہ پہنچ گیا۔ جناب اسپیکر صاحب! کروڑ نہیں ارب، کھربوں کے حساب سے 15 سالوں سے کرپشن ہوا ہے بی اینڈ آر میں۔ جناب اسپیکر صاحب! tender بھی ہوا ہے۔ ٹھیکیدار کو کام دیا ہوا ہے۔ ٹھیکیدار نے کرپشن میں، زمین میں واشٹک میں مائیکل میں کام نظر نہیں آیا ہے۔ جناب اسپیکر صاحب ایک منٹ۔

جناب اسپیکر۔ ریگی صاحب! minister نہیں ہے، آپ کس کو سنار ہے ہیں؟ وزیر محکمہ آبپاشی۔ جناب اسپیکر! اس کو میں جواب دے دیتا ہوں اگر ان کے پاس evidence ہے اُس XEN کے خلاف جو بھی مطلب allegations معزز ممبر لگا رہے ہیں۔ اگر ہمیں یہ provide کر دیں، ہم بالکل اُسکے خلاف action لیں گے۔

جناب اسپیکر۔ جی ریگی صاحب!

میرزا بدلی ریگی۔ ہاں جناب اسپیکر! ایک منٹ۔ پلٹناک واشٹک روڈ 1 ارب 22 کروڑ ہے۔ جناب اسپیکر صاحب! کام کدھر ہے؟ جاہلوار ٹو سیاحند روڈ ہے، 37 کروڑ نکلے ہیں، کام نظر نہیں آرہا ہے۔ جناب اسپیکر! یہ نیب خالی نواز شریف کو پکڑنے کے لیے آتا ہے۔ خدارا! یہ نیب آ جاؤ واشٹک میں تو ذرا check تو کرو۔ اسی بی اینڈ آر کو تو check تو کرو۔ اسی بی اینڈ آر میں کھربوں کا کرپشن ہوا ہے۔ ٹھیک thank you جناب۔

جناب اسپیکر۔ جی ریگی صاحب! معزز minister صاحب نے کہا ”کہ آپ کے پاس کوئی ریکارڈ ہے

وہ آپ ہمیں دے دیں ہم اس کا روائی کریں گے۔“

میرزا بدلی ریکی۔ جی جناب اسپیکر! میرے پاس ریکارڈ بھی ہے میں ریکارڈ بھی دے دوں گا۔

جناب اسپیکر۔ جی نوابزادہ کو ریکارڈ دے دیں، وہ کارروائی کریں گے۔ جی۔

انجینئر سید محمد فضل آغا۔ جناب اسپیکر! سوال کے شروع میں پہلے جزو (الف) میں ذکر بھی یہی ہے کہ

ریکارڈ غائب ہے۔

جناب اسپیکر۔ نہیں یہ کوئی ریکارڈ غائب نہیں تھا۔ میرا فائق علی جمالی صاحب آفیشل چیئرمین بیٹھے ہیں،

ہم اُسکو welcome کرتے ہیں۔ سابق صوبائی وزیر۔ جناب نصر اللہ خان زیرے صاحب کی جانب سے

تحریک التوا نمبر 1 موصول ہوئی ہے۔ قواعد و انضباط کار بلوچستان صوبائی اسمبلی مجریہ 1974ء کے قاعدہ نمبر

75-A کے تحت تحریک التوا نمبر 1 پڑھ کر سنائیں۔ آیا رکن مذکورہ کو تحریک التوا پیش کرنے کی اجازت دی

جائے؟۔ ہاں۔ چونکہ تحریک التوا نمبر 01 کو ایوان کی حمایت حاصل ہوگئی۔ لہذا نصر اللہ خان زیرے صاحب

آپ اپنی تحریک التوا نمبر ایک پیش کریں۔ اچھا! میں پڑھوں گا پھر آپ پیش کریں۔ تحریک یہ ہے کہ

مورخہ 21 جنوری 2019ء کو ’حب‘ کے مقام پر مسافر کوچ اور ٹرک کے درمیان تیز رفتاری کے باعث

رونما ہونے والے افسوسناک حادثے کے نتیجے میں 25 افراد جھلس کر ہلاک ہوئے (اخباری تراشہ منسلک

ہے)۔ اس سے قبل بھی صوبہ میں تیز رفتاری کے باعث رونما ہونے والے حادثات کے نتیجے میں اب تک

سینکڑوں قیمتی جانیں ضائع ہو چکی ہیں لیکن متعلقہ اداروں کی جانب سے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا ہے۔ لہذا اسمبلی

کی آج کی کارروائی روک کر اس افسوسناک واقعہ کو زیر بحث لایا جائے۔ آیا رکن مذکورہ کو تحریک التوا نمبر 01 پیش

کرنے کی اجازت دی جائے؟۔ چونکہ تحریک التوا نمبر ایک کو ایوان کی حمایت حاصل ہوگئی ہے لہذا نصر اللہ خان

زیرے صاحب اپنی تحریک التوا نمبر 01 پیش کریں۔

جناب نصر اللہ خان زیرے۔ جناب اسپیکر! میں اسمبلی قواعد و انضباط کار مجریہ تحریک التوا نمبر۔

1974 01ء کے قاعدہ نمبر 70 کے تحت ذیل تحریک التوا کا نوٹس دیتا ہوں۔ تحریک یہ ہے کہ

مورخہ 21 جنوری 2019ء کو ’حب‘ کے مقام پر مسافر کوچ اور ٹرک کے درمیان تیز رفتاری کے باعث

رونما ہونے والے افسوسناک حادثے کے نتیجے میں 25 افراد جھلس کر ہلاک ہوئے (اخباری تراشہ منسلک

ہے)۔ اس سے قبل بھی صوبہ میں تیز رفتاری کے باعث رونما ہونے والے حادثات کے نتیجے میں اب تک

سینکڑوں قیمتی جانیں ضائع ہو چکی ہیں لیکن متعلقہ اداروں کی جانب سے اس کا کوئی نوٹس نہیں لیا گیا ہے۔ لہذا اسمبلی

کی آج کی کارروائی روک کر اس افسوسناک واقعہ کو زیر بحث لایا جائے۔ جی بھوتانی صاحب۔

وزیر محکمہ بلدیات۔ جناب اسپیکر! معزز رکن نے جو تحریک التواء پیش کی ہے اس میں ”حب“ کا نام لکھا ہوا ہے۔ جبکہ یہ واقعہ ”بیلہ“ کے مقام پر ہوا ہے۔

نصر اللہ خان زیرے۔ جناب یہ بیلہ ہے۔

جناب اسپیکر۔ یہ بیلہ ہے۔

وزیر محکمہ بلدیات۔ جناب اسپیکر! یقیناً سبیلہ میں ہوا ہے یہ بھی ایک ہی حصہ ہے لیکن یہ بیلہ میں ہوا ہے بیلہ کر اس پر ہوا ہے۔

جناب اسپیکر۔ جی ہاں اسکو درست کیا جائے۔ تحریک التواء نمبر ایک پیش ہوئی۔ لہذا تحریک التواء نمبر ایک مورخہ 30 جنوری 2019ء بروز بدھ بحث کے لیے منظور کیا جاتا ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ جناب اسپیکر! میرا توجہ دلاؤ نوٹس کا کیا بنا ہے؟

جناب اسپیکر۔ وہ ختم ہو گیا ہے چونکہ آپ اُس ٹائم نہیں تھے، وہ ختم ہو گیا ہے۔ اُس کو ہم نے kill کر دیا ہے کیونکہ محرک تھا نہیں۔ اُس کو میں نے نمٹا دیا۔ چلیں آپ کو موقع دے دیتے ہیں۔ ثناء اللہ بلوچ اپنی توجہ دلاؤ نوٹس پیش کریں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ جناب اسپیکر! شکر یہ میں نے جو توجہ دلاؤ نوٹس پیش کیا ہے، وہ یہ ہے۔

کہ کیا وزیر صنعت و حرفت ازارہ کرم مطلع فرمائیں گے۔

جزو (الف)۔ کیا یہ درست ہے کہ حکومت شہر ”حب“ میں مختلف صنعتوں میں کام کرنے والے ملازمین کو مستقل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

جزو (ب)۔ اگر جزو (الف) کا جواب اثبات میں ہے تو حکومت نے اس بارے میں اب تک کیا اقدامات اٹھائے ہیں؟۔ نیز ان صنعتوں میں ملازمین کو دی جانی والی مراعات اور ان کی فلاح و بہبود کے لئے حکومت کی جانب سے اٹھائے جانے والے اقدامات کی تفصیل دی جائے؟

جناب اسپیکر۔ کون ہے وزیر؟۔ صنعت و حرفت، موصوف نے چھٹی کی درخواست دی ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ sir حکومت تو ہے ناں۔

جناب اسپیکر۔ دیش ہے، ہاں جی۔ حکومت ہے۔ میرا خیال ہے کسی کو ذمہ داری نہیں دیا۔ مری صاحب! آپ جواب دے دیں۔

وزیر محکمہ آبپاشی۔ جناب اسپیکر! اس کو next session کیلئے ڈیفیر کیا جائے۔ منسٹر موجود ہو تو وہ جواب دے۔ نہیں تو پھر ہم اُسکی تیاری کر کے جواب دیں گے۔

جناب اسپیکر۔ چیف منسٹر صاحب! آپ کی توجہ چاہئے۔ اگر کوئی منسٹر نہیں ہوتا kindly اُن کو کہہ دیں کہ وہ کسی اور منسٹر کو یہ ذمہ داری دے دیں تاکہ اسمبلی میں جب کوئی question آجائے تو وہ اُس کا جواب دیدیں۔ چھٹی کی درخواست دینے کے بعد اُس کا سوال تو رکھنا ہی نہیں چاہئے تھا۔ بلوچستان کے معدنی اور قدرتی وسائل سے متعلق واضح اور جامع حکمت عملی بنانے پر بحث۔ بلوچستان کے معدنی اور قدرتی وسائل سے متعلق واضح اور جامع حکمت عملی بنانے پر قائد حزب اختلاف بحث کا آغاز کریں۔ جی پوزیشن لیڈر صاحب۔

ملک سکندر خان ایڈووکیٹ (قائد حزب اختلاف)۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ جناب اسپیکر! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ہر کام کے ابتداء میں خلوص ہوتا ہے۔ اور اگر اُس خلوص کو برقرار رکھا جائے تو پھر معاملات سدھرتے ہیں اور مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ بد قسمتی سے گزشتہ ۷ سالوں سے ہم ترقی کی بجائے پستی کی طرف جا رہے ہیں۔ اور ہاؤس میں چاہے فیڈرل لیول پر ہو یا صوبائی لیول پر ہمیشہ یہ بات کہی جاتی ہے ”کہ جی عوام کی خدمت ہے۔ پاکستان کی خدمت ہے۔ بلوچستان کی خدمت ہے“ لیکن result اُس کا منفی رہتا ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہوگا کہ آخر کب تک اس قسم کے حالات سے ہم دوچار رہیں گے۔ کب تک ہم ان مسائل اور مشکلات میں گھرے رہیں گے۔ گزارش ہے کہ آج ہمیں، چونکہ یہ نئی اسمبلی ہے۔ نیا ہاؤس ہے۔ نیا قائد ایوان ہے۔ اور چاہتے بھی ہیں کہ حالات سدھر جائیں۔ تو اس نکتے کو مد نظر رکھ کر ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہمارے وسائل کیا ہیں اور اُن وسائل کو استعمال میں لانے کا طریقہ کار کیا ہونا چاہئے؟ ہم نے اپنی حکومتی نظم کو کیسے چلانا ہے۔ اور کس طریقے سے ایک منظم انداز میں ہر شخص اپنا کام کرے اور اُس کا رزلٹ مہیا ہو سکے؟ وہ ایک مثال ہے:-

Things should be done as provided or should not be done at all.

پچھلے دنوں کچھ Acts یہاں introduce ہوئے تھے اور وہ Acts دوبارہ consideration کیلئے چلے گئے ہیں۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ایک ایکٹ ایجوکیشن سے متعلق تھا۔ اُس میں لازمی خدمات کے عنوان سے بات رکھی گئی تھی۔ اور اُس میں کچھ سزائیں تجویز کی گئی تھیں۔ آج اگر ہمارے پاس available law ہے۔ اُس کو ہم مد نظر رکھیں اور یہ responsibility جس کی ہے۔ اُس کے ذمے لگا دیں۔ کہ میں نہیں سمجھتا کہ کسی بھی محکمے میں کوئی غلط کاری ہوگی۔ اگر کسی محکمے کا سربراہ اپنے آپ کو ذمہ دار سمجھے تو کوئی وجہ نہیں کہ غلطی ہو

کیونکہ تمام چیزیں سربراہ کے سامنے سے گزر کے آتی ہیں۔ اگر کسی محکمے میں کوئی غلط کاری ہوتی ہے تو سربراہ کو اُس کا علم ہو جاتا ہے۔ وہ اگر اس کی درستگی کرے اور غلطی کرنے والے کی سرزنش کریں۔ جو لوگ آج نوکریاں مانگتے ہیں۔ آپ سب جانتے ہیں آپ سب کے سامنے اسکا evidence بھی ہے اور ہمارے جو احکام ہیں اُن کے سامنے بھی ہیں کہ لوگ ایم اے کرنے کے بعد آ کے پاؤں پکڑتے ہیں ”کہ خُدا کیلئے میں ۲۴ گھنٹے کام کروں گا۔ مجھے نوکری پر لگا دیں“۔

جناب اسپیکر۔ ملک صاحب!۔

قائد حزب اختلاف۔ میں اُسی طرف آ رہا ہوں۔ کیونکہ یہ چیزیں ہماری آج کی نہیں ہیں، یہ جو میں کچھ عرض کر رہا ہوں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ اس سے بنیاد بنتی ہے۔ میں بنیاد بنانے کیلئے عرض کروں گا اور میں عرض کروں گا کہ چیزیں کس طرح بنتی ہیں۔ چیزیں کس طرح ٹھیک ہوتی ہیں۔ تو پہلا میں نے جو گزارش کیا۔ کسی بھی محکمے کا سربراہ اس کا ذمہ دار ہے کہ اُس نے اپنے محکمے میں غلطی کو نہیں چھوڑنا ہے، سدھار پیدا کرنا ہے۔ اگر اُسکے لئے آپ پچاس Acts بنائیں، پچاس قوانین بنائیں لیکن اُس پر عملدرآمد کی بات نہ ہو تو کوئی بھی کام صحیح نہیں ہو سکتا۔ مثلاً سروس سے متعلق آپ اتنے Acts بناتے ہیں اس وقت آپ کے پاس سروس سے متعلق بلوچستان کی قوانین کی طرف آپ کی توجہ دلاؤں گا کہ اس میں ایک ہے بلوچستان سول سروینٹ ایکٹ۔

جناب اسپیکر۔ ملک صاحب! میرا خیال ہے موضوع کچھ اور ہے، آپ موضوع پر آ جائیں۔

قائد حزب اختلاف۔ آ رہا ہوں یہ موضوع کی بنیاد ہے۔ میں معدنی وسائل کی طرف آؤں گا۔

جناب اسپیکر۔ ملک صاحب! اُس چیز پر اس پر بعد میں تقریر کریں۔ بہت سے معزز اراکین اس پر بولنا چاہتے ہیں۔

قائد حزب اختلاف۔ جناب اسپیکر! یہ اسمبلی ہوتی اس لئے ہے۔

جناب اسپیکر۔ آپ جیسے سینئر کو میں تو نہیں سمجھا سکتا پھر آپ وکیل بھی ہیں ماشاء اللہ اور سابقہ اسپیکر بھی رہ چکے ہیں۔

قائد حزب اختلاف۔ میں صرف جناب کی توجہ دلاؤں گا تاکہ ہم اس کو سمجھ سکیں، یہ بنیادی بات ہے۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ بلوچستان میں ایک سول سروینٹ ایکٹ ہے۔ اُس میں ایک ملازم کی تمام جو اس کی درستگی کے تمام اسباب موجود ہیں۔ پھر Government Servants Efficiency & Discipline آپ کا Act ہے 2010ء کا، بلوچستان کا۔ اُس میں presence سے لیکر

performance تک تمام چیزیں provide کی گئی ہیں۔ اگر اُس پر آپ من و عن عمل کریں تو کوئی بھی کسی بھی محکمے کا کوئی ملازم نہ تو غیر حاضری کر سکتا ہے نہ وہ آپ کیساتھ جس طریقے سے آج ہڑتال اور دوکانیں بند یا دفاتر بند، یہ چیزیں نہیں ہو سکتی ہیں۔ بشرطیکہ اُس کو من و عن apply کیا جائے۔ اُس کو بروئے کار لایا جائے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اُس کو بروئے کار کس نے لانا ہوگا؟۔ یہی چیز میں آج عرض کر رہا ہوں اُس کے بعد گورنمنٹ سرونٹ کنڈیکٹ رولز ہے اُس میں بھی ہے۔

جناب اسپیکر۔ ملک صاحب! میرے خیال میں اس کو علیحدہ وہ کر لیں کیونکہ جو main subject ہے اُس پر آجائیں پلیز۔

قائد حزب اختلاف۔ تو انہیں کے ساتھ ساتھ، چونکہ یہ بنیاد ہے، یہ میں عرض کروں گا۔ چونکہ آپ فرما رہے ہیں۔ میں یہ عرض کرتا ہوں کہ بلوچستان کے جو قدرتی وسائل ہیں اُن کو آپ دیکھ لیجئے کہ صرف جولائی 2014ء سے دسمبر 2014ء تک کروماٹیٹ کا جو پروڈکشن ہے وہ آپ کے ہیں 24823 میٹرک ٹن ہیں۔ اب بلوچستان میں جہاں سے کروماٹیٹ نکلتا ہے، ذرا اُن شہروں کو آپ دیکھ لیجئے کہ اُن کی کیا پوزیشن ہے۔ اگر یہ رانٹھی آتی ہے۔ اگر اس پر سرچارج وصول کیا جاتا ہے۔ اگر اس پر ٹیکس وصول کیا جاتا ہے۔ تو خضدار کے علاقے کو دیکھ لیں۔ خضدار کو کیا ملا ہے اُس میں سے مسلم باغ اور خانوزئی کو دیکھ لیجئے اُس میں کیا ملا ہے؟۔ اُس کو کچھ بھی نہیں ملا۔ اب یہ کس کا کام ہے۔ یہ اُن منتظمین کا کام ہے جہاں سے پروڈکشن ہوتی ہے۔ جہاں معدنیات نکلتے ہیں۔ وہاں دیکھا جائے اُس پر ٹیکس کتنا آتا ہے۔ فیس اُس کا کتنا وہ وصول کرتے ہیں۔ رانٹھی کتنا وصول کرتے ہیں۔ پھر اُس رانٹھی کو اُس علاقے پر اگر اس کا تھوڑا سا پرنٹیج خرچ کیا جائے، تو آج آپ یقین کیجئے جناب اسپیکر کہ آج مسلم باغ، قلعہ سیف اللہ، خانوزئی، پیرس کا منظر پیش کر دیتے تھے لیکن چونکہ کوئی پرسیان حال کسی چیز کا نہیں ہے۔۔ تو سدھار کیسے آئیگی۔ یہ ناممکنات میں سے ہیں۔ میں یہ عرض کرونگا کہ اسکو well-maintained کرنے کیلئے طریقہ کار وضع کیا جائے۔ اور پھر ان علاقوں کو جہاں سے یہ معدنیات نکلتے ہیں ان کیلئے پرنٹیج رکھا جائے۔ ان کو ترقی دی جائے۔ اب اتنے معدنیات یہاں سے نکلتے ہیں، کسی بھی جگہ کوئی ماڈل اسکول ان معدنیات کی بنیاد پر نہیں بنایا گیا ہے۔ جناب اسپیکر! کوئی کالج جس کو آپ compare کریں پاکستان کے دوسرے علاقوں کیساتھ نہیں بنایا گیا ہے۔ کروڑ ہاروپے آتے ہیں ان معدنیات سے وصول ہوتے ہیں۔ اور انکا کوئی پتہ نہیں ہے کہ وہ کہاں جاتے ہیں؟۔ اسی طرح جناب اسپیکر! ہمارے ہاں کوئلہ ہے، جو لائی 2014ء سے دسمبر 2014ء، اسکے بعد کاریکارڈ کس کے پاس ہے یہ تو پھر متعلقہ حضرات بتائیں گے مجھے تو

اس کا ریکارڈ نہیں مل سکا ہے۔ یہ ہیں 525437 میٹرک ٹن، آب گم میں لوگ خیموں میں رہتے ہیں۔ مجھ میں کیا پوزیشن ہے لوگوں کی، نارواڑ میں رہنے والوں کی کیا پوزیشن ہیں۔ سورتج میں رہنے والوں کی کیا پوزیشن ہے۔ اس کا اگر اندازہ لگایا جائے تو یقیناً افسوس ہی کیا جاسکتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا اور اب بھی یہ ضروری ہے، لازمی ہے، ہونا بھی چاہیے کہ جہاں سے یہ معدنیات، یہ قدرتی خزانے بلوچستان کو میسر ہیں تو بلوچستان کو اس کا حصہ properly ملنی چاہیے۔ اور جن علاقوں سے یہ نکلتا ہے ان علاقوں کا خاص خیال رکھنی چاہیے۔ انکے ایجوکیشن کا، انکے ہیلتھ کا، انکے دوسری ضروریات کا، اسی طرح جناب اسپیکر! ہمارے ہاں ماربل ہے۔ اب اگر ماربل کو دیکھا جائے تو اسکی بھی پروڈکشن انہیں تاریخوں کی 244156 میٹرک ٹن ہے۔ ماربل آتا ہے بلوچستان کو کراس کرتا ہے، اُسکو یہاں utilize کرنے کا کوئی طریقہ کار نہیں ہے۔ اور نہ ہی کرومائیٹ کا ہے۔ اگر لوگوں نے اپنے پیسوں سے اپنے منافع کیلئے، اپنی کمائی کیلئے، اُسکی صفائی کیلئے کوئی پلانٹ لگائے ہیں تو وہ لوگوں کے ہیں، افراد کے ہیں۔ گورنمنٹ کی طرف سے کہیں بھی ان معدنیات اور اس کے وسائل سے فائدہ نہیں اٹھایا گیا ہے۔ تو میری گزارش ہوگی کہ یہ معدنیات جو ہمارے پاس available ہیں ان کو properly استعمال کیا جائے۔ اور لوگوں کو اُس کا فائدہ دیا جائے۔ اسی طرح کا پر ہے آپ کا 4437 میٹرک ٹن اس ایریا میں نکلا ہے۔ اور یہ پاکستان کا سننے میں آیا ہے کہ 100% پروڈکشن ہے بلوچستان سے، جبکہ کونکہ کا 45% ہے اور ماربل کا 27% ہے۔ اسی طرح جناب اسپیکر! ہمارے پاس iron ہے، 81716 میٹرک ٹن جو 48% پاکستان کا پروڈکشن ہے۔ اس کی کیا یوٹیلٹیزیشن ہے؟۔ کس طریقے سے یہ استعمال ہوتا ہے؟۔ کیا فائدہ پہنچتا ہے بلوچستان کو؟۔ یہی چیزیں اور کی ہیں اور یہی چیزیں غور و فکر کی ہیں۔ ایک اور معدنیات کا قسم ہے بیرائیٹ یہ 65793 میٹرک ٹن 99% یہ پاکستان کا پروڈکشن ہے۔ لیکن ٹیکس وصول ہوتے ہیں منافع لیا جاتا ہے۔ کہاں آتے ہیں کہاں جاتے ہیں؟۔ بلوچستان کو کتنا اس سے فائدہ پہنچتا ہے؟۔ اور جن علاقوں سے particularly میں بار بار اس پر اصرار کرتا ہوں کہ جو علاقے یہ پروڈکشن دیتے ہیں وہ علاقے جو ہیں وہ ترقی کے حقدار ہیں۔ اُن کو ترقی ملنی چاہیے۔ سوئی گیس کی پوزیشن جناب اسپیکر! آپ سب حضرات کے سامنے ہیں۔ تقریباً 1950's کے era سے، یہاں سے سوئی گیس پاکستان کے دوسرے علاقوں کو فائدہ دیتی چلی آرہی ہے۔ لیکن بلوچستان کو سوئی گیس اس سے related علاقوں کو یا جو اسکے بعد جن علاقوں میں گیس آیا ہے وہاں کے مقامی لوگوں کو اس کا کیا فائدہ پہنچا ہے؟۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ علاقے جہاں سے معدنیات نکلتے ہیں وہ سب سے خوشحال ہوتے ہیں۔ لیکن ہمارا تو بلوچستان کا پورا صوبہ گیس کے حوالے سے جس بد حالی کا سامنا

کر رہے ہیں حتیٰ کہ آج تک اتنا بھی نہیں کیا گیا کہ سوئی سدرن گیس کا ہیڈ کوارٹر بلوچستان میں رکھا جائے۔ اتنا بھی نہیں کیا گیا کہ بلوچستان میں جو انکا دفتر ہے، وہاں پائپ سلائی کیا جائے اور اُسے لوگ آسانی سے اپنے علاقوں میں لے جاسکیں۔ ہوتا یہ ہے کہ اگر آپ کو سو فٹ پائپ کی ضرورت ہے تو کیس کراچی جاتا ہے۔ کراچی میں پھر وہ سال بھر وہاں پڑا رہتا ہے کوئی پوچھتا نہیں۔ لوگ یہاں سے سفر کر کے کراچی بھی جاتے ہیں۔ وہاں مٹیں کرتے ہیں۔ لیکن ایک چھوٹا سا منصوبہ ہے، دو ہزار فٹ کا، تین ہزار فٹ کا، اس کیلئے ساہا سال لوگ ایک ڈر سے لیکر دوسرے ڈر پر جا کے درخواست دیتے ہیں۔ دوسرے ڈر سے جا کے تیسری ڈر پر درخواست دیتے ہیں۔ اُن کا کوئی مداوا نہیں ہوتا۔ اتنا تو ہونا چاہیے کہ جو گیس کا سامان ہے وہ پرائفٹ ہیڈ کوارٹر میں ہوں، کسی علاقے کو ضرورت پڑتی ہے تو یہاں سے ترسیل میں آسانی ہوگی۔ ایک دو دن میں اس علاقے میں پہنچ سکتی ہے جو بھی میٹریل پہنچ سکتا ہے۔

جناب اسپیکر۔ ملک صاحب! میرے خیال میں آپ کا پندرہ منٹ تھا، آپ پچیس منٹ تک بول چکے ہیں۔

قائد حزب اختلاف۔ جناب! یہی چیزیں جو اصل چیز تھی اس کیلئے آپ نے نہیں چھوڑا۔

جناب اسپیکر۔ ملک صاحب! آپ نے پھر اتنا time لیا ہے ناں اس کو آپ conclude کر لیں۔

قائد حزب اختلاف۔ جناب اسپیکر! میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اس کے علاوہ جو ہمارے پاس

معدنیاں ہیں۔ اور اس طرح کی لاتعداد معدنیاں بلوچستان کے lump-sum میں یہ کہوں گا کہ اس سے استفادہ حاصل کیا جائے اور بلوچستان کو اس کا فائدہ دیا جائے۔ اور صحیح اس کی arrangements کی جائیں۔ جب management صحیح ہو جائیگی تو پھر مشکل نہیں ہوگی۔ اسی طرح آپ دیکھ لیجئے، فروٹ ہے، ساری دنیا کو پتہ ہے کہ بلوچستان کا فروٹ کہیں نہیں ملتا ہے۔ میں کمپلا میں بحیثیت سفیر تھا تو وہاں ساؤتھ افریقہ سے اتنے چھوٹے چھوٹے سیب آتے تھے، وہ بھی داغ دار ہوتے تھے۔ لیکن وہ کارگو میں لاتے تھے وہاں بیچنے کیلئے۔ ہمارا سیب دنیا میں کہیں بھی نہیں ہیں۔ لیکن اسکو ہم مارکیٹ تک بھی نہیں پہنچا سکتے۔ اس سے ہم استفادہ بھی نہیں کر سکتے اسی طرح ہمارے پاس۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب اسپیکر۔ ملک صاحب! میرے خیال میں conclusion پر آ جائیں تاکہ وہ باقی بہت

سارے اب رہتے ہیں، اب دو دن لگیں گے صرف۔

قائد حزب اختلاف۔ آپ سب جانتے ہیں ایک ایک کا نام لیکر میں کیا کہوں۔ میں یہ عرض کرتا ہوں

کہ فروٹ آپ دیکھ لیجئے یہ کہاں کہاں ہیں۔ اسی طرح آپ یہ دیکھ لیجئے حیوانات کی طرف اگر آپ آئیں تو kettle سے پورا بلوچستان اس سے مالا مال ہے۔ لیکن یہ دیکھا جائے کہ کیا فائدہ وہ جو میں پہلے عرض کر رہا تھا جناب اسپیکر کہ شاید کسی اسٹاک اسٹنٹ نے یا کسی گاؤں میں اُسکی جوڈسپنری ہے، وہ سا لہا سال نہیں کھلی ہو گی۔ تو لوگوں کو awareness کیا لے آئیگا، لوگ کیا سمجھیں گے۔ لوگوں کا جو مال ہے اس کی ٹریٹمنٹ کیسے ہوگی۔ یہ ساری چیزیں دیکھنے کی ہیں اور اگر آج یہاں سے اس عزم کے کیساتھ کہ اس کو قانون کے مطابق، ضابطے کے مطابق اور اُسکا جو پروڈکشن ہے اُسکو ترقی دیں تو میں نہیں سمجھتا کہ بلوچستان ترقی نہیں کریگا۔ بلوچستان کسی کا محتاج نہیں ہوگا۔ Thank you verey much جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر۔ جی شکر یہ ملک صاحب! آپ نے تفصیل سے اس پر بات کیا۔ ثناء بلوچ صاحب! اور کسی نے اگر اس topic پر بات کرنی ہے پلیز اپنا نام بھیج دیں۔ ترتیب وار بلایا جائے گا۔ جناب ثناء اللہ بلوچ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔ یہ اسپیشل اجلاس جو ہم نے اپوزیشن نے جو طلب کیا اور اس میں بالخصوص بلوچستان کے قدرتی اور معدنی وسائل کے حوالے سے بات چیت کی۔ ہم نے جو استدعا کی ہے یا بحث و مباحثہ کی۔ استدعا کی ہے اس کا ایک بہت بڑا پس منظر ہے۔ جب بلوچستان کی معاشی، معیشت اور معاشی کیفیت کو دیکھا جائے تو آپ کو دو بلوچستان نظر آتے ہیں۔ تھوڑی سی جناب والا ہاؤس میں آرڈر چاہیے۔ اگر جو دوست سننا چاہتے ہیں بیٹھ جائیں۔ جو بات کرنا چاہتے ہیں ان کو اگر باہر بھیج دیں تو آپ کی مہربانی ہوگی۔ کیونکہ جب تک ہاؤس میں آرڈر نہیں ہوگا میرے خیال میں ایک تو ہاؤس کی اپنی اس کی افادیت جو ہے وہ متاثر ہوگی۔

جناب اسپیکر۔ سی ایم صاحب! میرے خیال میں آپ کی توجہ چاہیے، بہت important issues پر discussion ہو رہی ہے۔ باقی اگر آپس میں باتیں نہیں کریں اور kindly سنیں۔ میر جان محمد خان جمالی۔ جناب اسپیکر! بہت سے دوست میرے خیال میں نماز مغرب کیلئے اٹھ کر جانا چاہیں گے۔ kindly یا تو ماحول ایسا بنائیں کہ نماز کے بعد کہ پھر موجود ہوں اور ہم سنیں۔ جناب نور محمد مڑ (وزیر محکمہ پی ایچ ای اور واسا)۔ بات کر لیں۔ جناب اسپیکر۔ نماز کا ٹائم ہو گیا ہے؟ وزیر محکمہ پی ایچ ای اور واسا۔ بات کر لیں۔ جناب اسپیکر۔ ٹھیک ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔ جب بلوچستان کی معدنی اور قدرتی وسائل کے حوالے سے ہم نے یہ بحث و مباحثے کا آغاز کیا اُس میں آپ کو بلوچستان کی معاشی معیشت اور معاشی کیفیت کو اگر آپ دیکھ لیں تو آپ کو دو بلوچستان نظر آئیں گے۔ ایک وہ بلوچستان ہے جو بھوک، پیاس، افلاس، تعلیم سے محروم، جہالت، پسماندگی، حادثات میں جلتے ہوئے انسان، کونکہ کے کانوں میں مرتے ہوئے انسان، دھستے ہوئے انسان اور وہاں لقمہ اجل ہوتے ہوئے مزدور آپ کو نظر آئیں گے۔ اور ایک وہ بلوچستان ہے۔ جب آپ باہر کی دنیا میں جاتے ہیں اور اپنا تعارف کرواتے ہیں ”کہ جی میرا تعلق بلوچستان سے ہے، پاکستان کے سب سے بڑے صوبہ سے ہے“۔ تو لوگوں کی آنکھوں میں ایک چمک سی آتی ہے۔ وہ سونے کی چمک، چاندی کی چمک، تانبے کی چمک، گیس کی چمک، کرومائیٹ کی چمک، گرینائیٹ کی چمک اور بلوچستان کے اربوں ڈالر پر مشتمل بلوچستان کے وسیع و عریض جغرافیائی اور اس کی قدرتی اور معدنی دولت کی جو ہیں وہ جو چمک ہیں وہ نظر آتی ہیں۔ بلوچستان کی دو کیفیتیں ہیں۔ جناب اسپیکر! میرے خیال میں آپ کی بات کو کوئی سنتا نہیں ہے، چیمبرز ہیں، اگر وہ صاحبان باہر جا کر چیمبرز میں بات کریں تو زیادہ بہتر ہوگا۔

جناب اسپیکر۔ جی تقریباً اسی طرح ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ تو یہ جو دو کیفیت ہے بلوچستان میں۔ اس کا ایک تاریخی پس منظر ہے۔ دنیا میں، اس وقت جناب والا میرے پاس ایک تفصیل ہے، دنیا میں بہت چھوٹے چھوٹے ممالک ہیں۔ جہاں آلو، پیاز بھی نہیں ہوتا گوکہ ملک صاحب کی مہربانی انہوں نے بلوچستان کے انگور، سیب، سارے قدرتی وسائل میں ہی شامل کر دیا بلوچستان کے۔ جہاں 7 مہینے قدرت کی طرف سے سرسبزہ بھی نہیں اُگتا۔ آج اگر ان ملکوں کی میں تفصیل آپ کو بتاؤں کہ فوراً foreign exchange reservoirs یعنی ان کے پاس جو دولت ہیں اس کا آپ سن کر حیران ہوں گے۔ نہ ان کے پاس بلوچستان جیسا خوبصورت جغرافیہ ہیں، نہ بلوچستان جیسے طویل ساحل ہیں، نہ بلوچستان جیسے سونے اور چاندی کے کان ہیں۔ نہ بلوچستان کے چمکتے دھلتے کونکہ کے کان ہیں۔ نہ بلوچستان کی طرح zinc ہیں۔ اس طرح کی کوئی دولت ان کے پاس نہیں ہیں۔ ان کے پاس صرف جناب والا اچھی قیادت ہیں۔ لیڈرشپ ہیں۔ vision ہیں۔ سیاستدان دو کام کرتے ہیں معاشروں میں۔ سیاستدان آلو پیاز ٹماٹر نہیں اُگاتے۔ سیاستدان یا پلٹیمیکل لیڈرشپ کسی ملک کی، کسی صوبے کی، وہ جناب والا دوکان داری نہیں کرتے، کوئی چھوٹے موٹے کام نہیں کرتے۔ سیاست وہ کاشت کرتے ہیں اپنے قوموں کے لیے، ایک کاشت ہوتی ہیں خوشحالی کی۔ اور دوسری کاشت ہوتی ہیں غربت کی۔ اگر کسی قوم کو بد قسمت قیادت ملے اور وہ

اس قوم کی دولت اس قوم کی حیثیت اس کی جغرافیہ اور اس کی تمام معاملات سے لاعلم ہو تو جناب والا ایسے لیڈر شپ اپنے قوموں کے لیے جہالت غربت بھوک اور افلاس کاشت کرتے ہیں۔ آج بلوچستان میں بھوک افلاس اور غربت کا کاشت ہوا ہے۔ ہر دروازہ آپ کھٹکھٹائیں، اتنی مال اور دولت کے باوجود بلوچستان میں آپ کو ایک چمکتا دمکتا چہرہ نظر نہیں آتا ہے۔ ایک خوشحال ماں، ایک خوشحال باپ، ایک خوشحال نوجوان آپ کو نظر نہیں آتا اور ایک لیڈر شپ وہ ہوتی ہے جو اپنے قوموں کے لیے خوشحالی کاشت کرتے ہیں۔ اچھا مستقبل کاشت کرتے ہیں۔ اچھا vision اور فکر دے کر ایک اچھی دنیا ان کے لیے بناتے ہیں۔ اور یہ جو ممالک جن کا میں نے ذکر کیا جس میں تائیوان، جاپان، سنگاپور، ناروے، بلوچستان سے چھوٹے ممالک ہیں۔ بلوچستان سے کم آبادی پر مشتمل ممالک ہیں۔ آج جناب والا! انکی اگر دولت دیکھی جائے تو 80-70 ممالک کو وہ بھی اگر سیکھا گیا جائے پاکستان جتنی آبادی والے ان کی دولت کے برابر بھی نہیں آتا ہے۔ اب ہوا کیا ہے؟ بلوچستان کی قدرتی دولت کے باوجود میرے پاس کچھ reports پڑے ہیں۔ جو بہت ہی تکلیف دہ ہیں۔ اگر ان کا کبھی جائزہ لیا جائے یہ ایک report میرے سامنے پڑی ہوئی ہے۔ یہ ہیں institute for policy reforms growth on the provincial economies بلوچستان کی جو provincial economies ہیں۔ جام صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمارے بھائی ہیں۔ انہوں نے کل پرسوں ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ بلوچستان 25 سال سے یا 15 سال سے جو ہیں وہ غلط قیادت کی وجہ سے جو ہیں وہ اس نہج پر پہنچا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بلوچستان کو تاریخ میں ماسوائے دو قائدین کے جس میں سردار عطاء اللہ مینگل اور نواب اکبر خان بگٹی کے کوئی visionary لیڈر شپ ملا نہیں ہے۔ اگر بلوچستان کو جرأت مند، غیرت مند، فکر مند قیادت ملتی تو آج بلوچستان اس نہج پر نہیں ہوتا۔ اکیسویں صدی میں جناب والا میں آپ کو کیا گناؤں کہ جس صوبے میں 4.5 billion ٹن، چار اعشاریہ پانچ ارب ٹن سونے، چاندی اور تانبے کا صرف ایک ریکوڈک ہو۔ وہاں جناب والا اس صوبے میں ابھی بھی مائیں، بہنیں، بچے راشن کے لیے لائٹوں میں کھڑے نظر آتے ہیں آپ کو۔ ایک ایسے صوبے میں جہاں جناب والا 412 ملین ٹن سونا اور چاندی گزشتہ 12 سالوں میں سیندک سے نکالا گیا ہو وہاں لوگ ابھی بھی PDMA کے چھ، سات ٹرکوں کا انتظار کر رہے ہیں کہ کب ان کو دو کلو چنے اور دو کلو چاول کے ان کے گھر پر پہنچائیں۔ ایک ایسا صوبہ جناب والا جہاں 262 ملین ٹن کوئلہ ہو اور گزشتہ 50 سالوں سے نکل رہے ہوں۔ وہاں جناب والا ہر تیسرے دن safety measures نہ ہونے کی وجہ سے غریب مزدور جو ہیں ان کا لے کانوں میں دھنس کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ایک ایسا صوبہ جہاں جناب

والا 273 ملین ٹن iron موجود ہو۔ وہاں پر جناب والا 25 لاکھ بچے تعلیم سے محروم ہیں۔ یہ اسی لیے ہے آسمیں کوئی شک نہیں کہ بلوچستان کو ایک دور اندیش، سنجیدہ، قابل فہم کبھی صحیح بھی نہیں ملا ہو۔ جو کبھی یہ سمجھتا ہو کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بلوچستان کو land locked صوبہ نہیں بنایا ہے۔ ہمارے پاس ساحل ہیں۔ بلوچستان کے پاس سونا ہے۔ بلوچستان کے پاس چاندی ہیں۔ بلوچستان کے پاس تانبہ ہیں۔ اب اگر vision کی کمی ہیں اور میں آپ کو بتاؤں کہ بلوچستان کے لوگ اس میں کوئی مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ ایک کتاب ہے کبھی موقع ملے ضرور پڑھنا why nations fail کیوں تو میں ناکام ہوتی ہیں۔ کیوں تو میں غربت کا شکار ہوتی ہیں۔ اس میں یہ جو کافی ایک وہ جو ہمارے ہاں اسلام آباد والے بھی کبھی کبھی۔ وہ کیا کہتے ہیں کہ ایک بیانیہ ہیں جی کہ سردار، نواب، موسم، جغرافیہ، قبائلی رواج، رسم و رواج کی وجہ سے تو میں پسماندہ ہوتی ہیں۔ انہوں نے ان تمام چیزوں کو مسترد کر دیا ہے۔ بڑی تفصیل کے ساتھ انہوں نے اس تمام پہلوؤں پر بحث کی ہے کہ گزشتہ سو، ڈیڑھ سو سالوں میں کچھ تو میں چاند پر پہنچ گئیں۔ اور کچھ تو موموں کے پاس ابھی تک زمین پر ریگننے کے لیے حالات بھی میسر نہیں ہیں۔ تو اس نے ان تمام چیزوں کو رد کیا۔ انہوں نے کہا کہ جناب والا دو چیزیں اہمیت کے حامل ہیں۔ institutions institutions and institutions یعنی ادارے، ادارے اور اچھے ادارے۔ بلوچستان میں آج 82% کثیر الجہتی غربت کی وجہ بلوچستان میں 25 لاکھ بچوں کی بے تعلیمی کی وجہ بلوچستان میں 18 لاکھ بیروزگار نوجوانوں کی وجہ 62% لوگوں کو پانی نہ ملنے کی وجہ جناب والا یہی ہیں کہ بلوچستان کو یہ 5 kilometer radius۔ جناب اسپیکر صاحب! 5 kilometer radius یعنی یہ مربع کلومیٹر پانچ کلومیٹر مربع کلومیٹر پر جو بھی لیڈر شپ بیٹھی ہے، سیاسی اشرافیہ کی شکل میں۔ ہماری شکل میں۔ ہم سے پہلے والوں کی صورت میں۔ یہاں کی انتظامی اشرافیہ کی شکل میں۔ بیوروکریسی کی شکل میں۔ اور یہاں کی عسکری اشرافیہ کی شکل میں جو پانچ کلومیٹر 5 kilometer radius میں بیٹھے ہوئے لوگ ہیں، آج بلوچستان کی غربت کی وجہ وہی ہیں۔ ان کی غلط سوچ، غلط پالیسیاں بلوچستان میں الیکشن انتخابات حکومت سازی سارے عمل میں تو مداخلت کرتے ہیں لیکن آپ کو یہ بتاؤں کہ کیوں یہ debate کیا ہم نے؟۔ 2010ء میں جب اٹھارہویں ترمیم آئی۔ تو اٹھارہویں ترمیم کے پاس طے یہ پایا تھا کہ جناب والا! ہر صوبہ قدرتی اور معدنی وسائل کے حوالے سے اپنے لیے ایک پالیسی بنائے گی۔ اپنے س لیے rules frame کریگا۔ regulations بنائیں گے۔ ایک اچھی جو ہیں environment بنائیں گے ڈوپلمنٹ کے حوالے سے۔ لیکن بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے جناب اسپیکر شاید آپ کے علم میں ہو کہ بلوچستان میں 2003ء کے

بعد تک آج تک کوئی minerals یا natural resources based policy نہیں بنی۔ میں تو mineral نہیں کہتا ہوں میں سمجھتا ہوں کہ اگر پالیسی بنی بھی چاہیے بلوچستان میں 2003ء کے بعد آج تک کوئی natural resources کی policy نہیں بنی۔ میں حلفیہ کہتا ہوں کہ بلوچستان کو اچھی قیادت ملتی جیسے کہ قطر ایک چھوٹا سا ملک ہے۔ میں 1997ء میں جب ایم این اے تھا پہلی دفعہ گیا تو وہاں صرف ایک عمارت تھی سارے قطر اس چھوٹے سے عمارت کو دیکھنے کے لیے نکلتے تھے۔ یہ وہی بلوچستان تھا جو 1952ء سے گیس پیدا کر رہا ہے، 1953ء سے۔ اس وقت قطر میں گیس دریافت بھی نہیں ہوا تھا۔ 1997-98ء میں گیس دریافت کرنے والا چھوٹا سا قطر جس کی صرف اپنی ذاتی جوانی اپنے شہری آبادی ہیں وہ 7 لاکھ ہیں۔ آج جناب والا پوری دنیا بلکہ پاکستانی بھی خیرات کے لیے قطر کا رخ کرتے ہیں۔ ملازمتوں کے لیے ہماری مائیں نماز پر بیٹھی ہوتی ہیں دعائیں کرتے ہیں کہ ان کا بیٹا قطر چلا جائے۔ اگر بلوچستان کو اچھی قیادت ملتی بلوچستان کو natural resources کے مطابق شروع سے پالیسی ملتی آج بلوچستان آج ڈیرہ بگٹی کے oil and gas میں اگر کوئی دو چار polytechnic technical institute اور oil and gas کی natural resources کی university بنتی۔ آج آدھا ڈیرہ بگٹی قطر میں ان کے oil and gas اور natural resources کی یا natural gas کی قدرتی گیس کی فیلڈز میں ملازمتیں کر رہے ہوتے۔ ہم نے کبھی بھی اس بات پر توجہ نہیں دی کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کسی قوم کو جب یہ resources دیتا ہے۔ یہ resources بیس، پچیس، تیس سالوں میں 50 سالوں میں ختم ہوتے ہیں۔ ایک natural resources policy اب۔ جناب اسپیکر!

آپ تو پانی پی لیتے ہیں دوسروں کو اجازت نہیں دیتے ہیں۔

جناب اسپیکر۔ اسپیکر ہل نہیں سکتا ہے نا، باقی باہر جاسکتے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ ہم بھی کہاں ہل سکتے ہیں، ہم بھی پھنس جاتے ہیں۔

جناب اسپیکر۔ نہیں آپ کا باہر آنا جانا ہو سکتا ہے نا۔ اسپیکر کے لیے مصیبت ہے۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ تو جناب اسپیکر! بلوچستان کا 2003 mineral policy میں بنی۔ اور اتنی outdated ہیں اور آج اسی غلط mineral policy کی وجہ سے ریگڈک آپ سے گیا۔ سینڈک ساڑھے تین سو ارب روپے پیدا کرنے والے سینڈک کے ارد گرد مجھے ایک ایسے خاندان کا نام بتادیں قبیلے کا ایسے قوم کا ایسے فرد کا نام بتادیں کہ جس کا بیٹا بیرونی ملک پڑھ رہا ہوں یا وہاں کوئی ایک پولیٹیکنک دکھا دیں وہاں ایک یونیورسٹی دکھا دیں ایک کالج دکھا دیں ایک اچھی سڑک دکھا دیں۔ آج بھی چاغی کے لوگ آدھا چاغی جو ہے وہ

بھوک و افلاس کا شکار ہیں۔ نوشکی اس کا حصہ تھا۔ خاران اس کے ہمسایہ جہاں ہم رہتے ہیں یہ سارے علاقے۔ ایک سینک سے جناب والا قطر، دبئی اور کم از کم کویت جیسی جو ہیں زندگی گزار سکتے تھے۔ آپ کا ریکوڈک، آپ کے پاس mineral policy نہیں تھی۔ آپ کے پاس اچھی لیڈرشپ نہیں تھی۔ آج کل کے اخبار اب میں ابھی جان جمالی صاحب بھی مجھے دکھا رہے تھے میں نے کل پرسوں tweet بھی کیا تھا کہ حکومت بلوچستان کو 11 ارب ڈالر جو ہیں وہ جرمانہ دینا پڑیگا۔ مجھے یاد ہے میں نے اس پر ایک دو آرٹیکل بھی اس پر لکھے تھے۔ اگر آپ انگریزی پڑھتے ہیں تو ضرور پڑھ لیجئے گا۔ میرا ایک آرٹیکل تھا Balochistan's Eldowado۔ آپ Eldowado کا پوچھ رہے ہوں گے کیا ہے Eldowado ایک شہر ہوا کرتا تھا 16 ویں 17 ویں صدی میں Spanish جب اس وقت انہوں نے اپنی کشتیاں بنا لیں، دنیا کو فتح کرنے کے لیے نکلتے تھے تو انکی خواہش تھی کہ دنیا میں جہاں سونا، چاندی، تانبہ وغیرہ ہیں، جا کر اس کو لوٹ کر آتے ہیں۔ یہ سارے طاقتور قوموں کی nature ہی یہ ہوتی ہے کہ دوسروں کے وسائل پر قبضہ کرنے کا۔ تو Spanish جو conquests تھے، فاتحین تھے وہ جب وہاں گئے تو وہاں کے بڑے شریف لوگ تھے۔ وہاں پر پینٹس تھا نہ ملیں یا تھا نہ یہ خسرہ تھا نہ اس طرح کی کوئی بیماریاں نہیں تھی۔ تو یہ اپنے ساتھ وہ ساری بیماریاں لے گئے۔ اور یہ امریکن اینکرز ہیں انہوں نے لکھا تھا میں نے mention بھی کیا ہے کہ 90% وہاں کی آبادی وہاں کے فاتحین کی وجہ سے لائے گئے بیماریوں کی وجہ سے مر گئے۔ تو وہ Eldowado جس کو کہتے ہیں The last city of gold آخری سونے کا گمشدہ شہر۔ انہوں نے سب کو مارا پینٹا کہ ہمیں بتاؤ کہ یہ شہر سونے کا کہاں ہیں۔ بلوچستان آج Eldowado ہے۔ اور میں نے لکھا تھا کہ بلوچستان Eldowado آج سے پانچ سال پہلے بھی بلوچستان سونے کا وہ شہر ہے بلوچستان وہ علاقہ ہیں جس پر پوری دنیا کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ لیکن ہماری اپنی حکومت کی نظریں اسٹینٹ کمشنر اور تحصیلدار کی تباد لے پر لگی ہوئی ہیں۔ جس قوم کو، جس صوبے میں صبح سے شام تک اسمبلی کا اجلاس ہونا چاہیے تھا بلوچستان کے وسائل، بلوچستان کے مسائل، بلوچستان کی غربت، بلوچستان کی بیروزگاری، بلوچستان کی قدرتی وسائل کو explore کرنے کے لیے، بلوچستان کو ایک خوشحال صوبہ بنانے کے لیے آج وہاں چھ مہینے میں میرے خیال میں 36 دفعہ صرف وزرا کے محکمے کے تبادلے ہوئے ہیں۔ پالیسی نہیں بن سکی۔ ایک قیادت ایک حکومت کا کام یہ ہوتا ہے اور صرف اس وقت پنجاب سمیت KPK کی حکومت نے 2014ء میں جو ہیں ایک mineral policy بنائی comprehensive ہیں حالانکہ KPK میں ہم جتنا تیل، سونا، تانبہ، چاندی، گیس، کونلمہ، سنگ مرمر جو بھی

نام لیں، کوئی 50 کے قریب metallic, non-metallic mineral ہیں ہمارے پاس۔ لیکن اس کے باوجود ایک اچھا پالیسی اپنے لیے نہیں بنا سکے۔ ہمارے ہاتھ سے سیندک اس دفعہ پھر۔ ہم نے کچھلی دفعہ سیندک کی تفصیلی ہماری بحث ہوئی۔ جہاں ایک کمیٹی بنی۔ اس کے حوالے سے اس کمیٹی کا آج تک ایک اجلاس بھی نہیں ہوا ہے حکومت اکثریت اراکین پر مشتمل وہ کمیٹی ہے، کمیٹی نے debate and discussion اُس وقت initiate کیا۔ آج پھر ہم debate and discussion پھر initiate کر رہے ہیں۔ ہمارا دل جلتا ہے۔ ہم یہاں کوئی منتخب نمائندے یہاں کسی اسٹنٹ کمشنر یا ڈپٹی کمشنرز کے تبادلوں کے لیے نہیں ہوئے تھے۔ ہم سمجھ رہے تھے کہ یہ بلوچستان اکیسویں صدی میں اپنے بچوں کو ایک اچھا بلوچستان دیکر جائیں گے بغض، انا، کینہ، حسد سے پاک بلوچستان دیں گے۔ بلوچستان سے بیروزگاری کا خاتمہ کریں گے۔ بلوچستان کے سونے اور تانبے اور چاندی کو دنیا میں international standards کے مطابق اچھے پالیسی کے تحت ان کو دنیا کے سامنے لائیں گے۔ بلوچستان کے cost پر اُنکی ڈیموکریسی کو، اُنکی انتقال آبادی کے مسئلے کو حل کریں گے۔ آج fisher man بھی احتجاج کر رہا ہے۔ آج سیندک کے ملازمین بھی احتجاج کر رہے ہیں۔ آج ریکوڈک میں international court میں۔ آپ کے بلوچستان کا بتایا جا رہا ہے۔ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے میں غلط ہوں۔ ساڑھے تین ارب روپے کے قریب حکومت بلوچستان نے وکلاء پر اور اپنے سفر پر اخراجات کیے ہیں کہ جی ہم ریکوڈک کو بچائیں گے۔ اور آپ کو پتہ ہے جناب اسپیکر! جو کپڑے میں نے اور آپ نے پہنے ہیں اس کا میٹر کتنے کا ہوگا؟۔ چار سو سے سات سو اس سے کم آپ نے میٹر اس کا لیا نہیں ہوگا نا؟۔ ہم نے ریکوڈک 160 روپے per ایکڑ کے حساب سے بچا ہے۔ تاریخ معاف کریں گے ایسے قیادت کو؟۔ یہاں تو احتساب ہونا چاہیے تھا۔ اگر کوئی میزانیہ لگایا جاتا۔ جام صاحب نے ذکر کیا تھا کہ جی 5 یا 15 سال میں۔ وہ کون ہیں حکمران؟۔ میرا بھائی، میرا چچا، میرا تایا، میری پارٹی، کوئی بھی ہیں۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ پندرہ بیس سال کا احتساب ہونا چاہیے تھا۔ کہ کس کے وقت میں ریکوڈک گیا؟۔ ہنگول نیشنل پارک وہ بھی قدرتی وسیلہ ہیں۔ جناب والا غریب سے غریب آدمی جو جاتا ہے کپڑا خریدنے کیلئے جس کو براہوئی میں کہتے ہیں چیٹ۔ چیٹ کا کپڑا لینے اگر کوئی غریب جائے تو وہ بھی پچاس روپے میٹر سے کم کا نہیں ملتا ہے۔ آپ نے ہنگول کو دو سو، ڈھائی سو روپے میں بچا ہے۔ جو نو ہزار اسکوائر کلومیٹر کا ایریا ہے۔ بلوچستان کی قدرتی وسائل ہی ہمارا وسیلہ اور ذریعہ ہے۔ ہمارا پانی، ہمارا ساحل، ہمارے وسائل، ہمارا وسیلہ ہیں۔ ہمارے تیل اور گیس ہمارے وسیلہ ہیں۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ یہ اسمبلی بیٹھے اور گزشتہ پندرہ بیس سالوں میں وہ تمام معاملات، وہ تمام

land-leases جو چاہے ہم نے فیڈرل گورنمنٹ کو دیئے ہیں، چاہے ہم نے کمپنیوں کو دی ہوئی ہیں۔ اُن سے اُن کو جناب والا review ہونی چاہیے۔ ہم اپنے بچوں کا مستقبل اس طرح داؤ پر لگتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے ہیں۔ ہمارے ہاں ہمارے بچے بھوک اور پیاس سے پلک کر میں۔ اور راشن کے لئے لائنوں میں لگے رہیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا ہے۔ تو جناب اسپیکر! میں آپ سے صرف یہی گزارش کرتا ہوں کہ آپ اس سلسلے میں چاہیں کوئی رولنگ دے دیں آپ کی مرضی یا آپ کوئی حکم جاری کر دیں کہ بلوچستان جو ہے اٹھارہویں ترمیم کی روشنی میں آئین کے آرٹیکل 158، آرٹیکل 172 کی sub-section-03 اور آرٹیکل 160۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب اسپیکر۔ نماز کا وقفہ دینے کے بعد آپ جاری رکھ سکتے ہیں۔

جناب ثناء اللہ بلوچ۔ ایک منٹ جناب بس اب ختم کرتا ہوں۔ لہذا آپ بلوچستان میں ایک mineral policy یا natural resources policy کے لئے خصوصی اجلاس ایک ہفتے کے لئے طلب کریں اور اس میں جتنے بھی agreements بلوچستان میں زمینوں کے حوالے سے تیل اور گیس کے حوالے سے جس میں بالخصوص پاکستان پیٹرولیم۔۔۔ (مداخلت)۔ جناب اسپیکر! آپ کی تھوڑی سی توجہ چاہیے۔ پاکستان پیٹرولیم لمیٹڈ، سینڈک، ریکوڈک اور بھی دوسرے وسائل کے حوالے سے جو بھی معاہدات ہوئے ہیں وہ سب کو یہاں لایا جائے اور اُنکی روشنی میں بلوچستان ریورس پالیسی بنائی جائے۔ اُس میں یہ ساری اسمبلی بلا تفریق حکومت اور اپوزیشن کے اسمیں اپنی contribution دیں تاکہ بلوچستان کو یہ غربت سے جہالت سے اور بلوچستان کو Eldowado سے بچایا جائے۔ کیونکہ بلوچستان میں اب Eldowado کے طرز پر لوگوں کو خسرہ کے و بخارا اور ملیریا کے بخار سے تو نہیں مارا جائے گا۔ لیکن بلوچستان کی سیاسی اشرافیہ کو کرپشن اور کمیشن کے ذریعے سے ہمارے باہر کے وہ کمپنیاں مار رہی ہیں۔ اور بلوچستان کے مستقبل کے نوجوان سڑکوں پر در بدر اور مائیں، بہنیں بھوک اور افلاس کا شکار ہونے سے بچ جائیں۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر۔ شکر یہ ثناء بلوچ صاحب۔ باقی تمام ممبرز ہمارے speakers جو بولنا چاہتے ہیں۔ ہمیں سب کو پتہ ہے کہ بلوچستان معدنی وسائل سے مالا مال صوبہ ہے لیکن آپ تجویز اسمیں دے دیں کہ گورنمنٹ اسمیں کیا کیا کرے اور کیا پالیسیاں اپنائے تاکہ اسمیں ایک جامع حکمت عملی اپنائی جائے تاکہ بہتر مستقبل کیلئے ہم چلے جائیں۔ اب نماز کیلئے پندرہ منٹ کیلئے نماز کا وقفہ کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس وقفہ کے بعد دوبارہ زیر صدارت میر عبدالقدوس بزنجو، جناب اسپیکر کی زیر صدارت شروع

ہوا)۔

جناب اسپیکر۔ السلام علیکم وعلیکم۔ شکریہ۔ میرے خیال میں کورم پورا نہیں ہے۔۔۔ (مداخلت)۔ نہیں میں پورا نہیں کر سکوں گا میں تو نہیں کروں گا۔ میرے پاس speakers ہیں اس میں یونس زہری صاحب ہیں۔۔۔ (مداخلت)۔ اگر اس کو ہم کل کیلئے آگے بڑھادیں۔ کیونکہ میرے پاس نام نہیں ہیں۔ یہ کارروائی۔۔۔ (مداخلت)۔ میرے خیال میں ہم تین بجے سے پہلے آچکے تھے لیکن آپ کا کورم پورا نہیں ہو پارہا تھا۔ چار بجے جا کر کے آپ نے کورم کو پورا کر دیا۔ یہ جو آج کی باقی کارروائی بچی ہے اس کو کل کے اجلاس میں کر دیتے ہیں۔ اب اسمبلی کا اجلاس بروز منگل مورخہ 29 جنوری 2019ء بوقت سہ پہر 03:00 بجے تک کیلئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اسمبلی کا اجلاس شام 06 بجکر 32 منٹ پر اختتام پذیر ہوا)